امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۱۶ / ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۲ / نومبر ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 46

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ کتابوں کی دنیا، حکایات اہل دل
■ نکاح۔اصول وضوابط
■ اولاد کی تربیت میں والدین کا کردار
■ اب تک وہیں کھڑا ہوں جہاں سے چلا تھا میں
■ اردو کے فروغ میں مدارس کا کردار
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

ٹرولنگ

ایک سماجی برائی

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی مخصوص شخص یا جماعت کے خلاف جھوٹی باتیں لکھنا، دھمکی دینا، جذباتی تشدد، فحش کلامی یا مکروفریب کو بڑھاوا دینا ٹرولنگ کہلاتا ہے، جان بوجھ کر اشتعال انگیز پوسٹ یا اشتعال انگیز پوسٹ کا جواب دینا جس کا مقصد کسی کو پریشان کرنا ہو ٹرولنگ کے زمرے میں آتا ہے، ٹرولنگ کا مقصد فریقین میں سے کسی ایک کو ذلیل کرنا یا جھگڑے کو بڑھاوا دینا ہوتا ہے، ٹرولنگ کی اصطلاح اکیسویں صدی میں وجود میں آئی، اس لیے کہ اس کے قبل نیٹ کا کثرت سے استعمال نہیں ہوتا تھا، ادب میں سب سے پہلے اس لفظ کا ذکر ۱۹۹۶ء میں محقق جوڈتھ ڈونات نے کیا تھا، اور اس کے لیے اس نے کانفرنس وغیرہ کے حوالہ سے کئی مثالیں دی تھیں، ٹرولنگ جو کرتا ہے اسے ٹرولر کہتے ہیں، ارینا کیسنن فونٹوفا جو روسی سائنس اکیڈمی کی ایک کارکن ہے، اس کا خیال ہے کہ نورس کے افسانوں میں معنوی طور پر اس کا وجود ہے، ٹرولنگ ایک سماجی برائی ہے اس لیے کہ اس کی وجہ سے جھوٹ کو فروغ ملتا ہے، فحاشی بڑھتی ہے، غیر متعلق لوگوں کو سماجی اور عوامی سطح پر ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مختلف لوگوں کے ذریعہ اس کو اس طرح پھیلایا جاتا ہے کہ جھوٹ کو سچ اور فحاشی کو تہذیب سمجھ لیا جاتا ہے۔

ٹرولنگ بھی ایک جرم ہے؛ لیکن عام طور پر اسے جرم نہیں سمجھا جاتا ہے، حالانکہ لندن اور کولمبیا میں یہ انٹرنیٹ جرائم کے طور پر جانا جاتا ہے، آسٹریلیا نے پارلیامنٹ سے ٹرولنگ کے خلاف قانون پاس کر رکھا ہے اور جرمنی میں نفرت آمیز، اشتعال انگیز اور ہتک آمیز پوسٹ ڈالنے پر پانچ بلین یورو کا جرمانہ لگا رکھا ہے اور چوبیس گھنٹے کے اندر اس کی گرفتاری یقینی بنانے کی ہدایت دے رکھی ہے، ایک سروے کے مطابق امریکہ میں اکتالیس (۴۱) فی صد افراد کو ٹرولنگ کا سامنا ہے، ایمسٹی انٹرنیشنل کی ایک رپورٹ جو ۲۰۱۷ء میں منظر عام پر آئی یہ ہے کہ آٹھ ممالک کی چار ہزار عورتوں میں چوتھائی ٹرولنگ سے گذر چکی تھیں، ہمارے ملک ہندوستان میں ٹرولنگ کے لیے الگ سے کوئی قانون نہیں ہے؛ لیکن اسے ہتک عزتی والے دفعات کے ذیل میں رکھا جاتا ہے اور آئی پی سی کی ۴۹۹ دفعہ ۵۰۰ کے تحت مقدمہ قائم ہوسکتا ہے، اگر ٹرولر نے قتل، زنا وغیرہ کی دھمکی دی ہے تو اس پر دفعہ ۵۰۶ کے تحت معاملہ درج ہوسکتا ہے، بار بار غلط تبصرہ کرنے پر دفعہ ۳۵۳ ڈی کے تحت سائبر کرائم کے ذیل میں کاروائی کی جاسکتی ہے، ٹرولنگ جاہل اور احمق ہی نہیں اچھے اچھے اور پڑھے لکھے لوگ بھی کیا کرتے ہیں، پڑھے لکھے لوگوں کی ٹرولنگ منصوبہ بند ہوتی ہے اور اس سے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کا کام لیا جاتا ہے، گذشتہ چند سالوں کی تاریخ پر جن کی نظر ہے وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس غیر شرعی اور غیر سماجی کام کو کن لوگوں نے پروان چڑھایا اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے، تازہ اعداد وشمار کے مطابق ۲۴-۱۸ / سال کے انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں میں ستر (۷۰) فی صدی افراد کو ٹرول کیا گیا، ۲۰۱۹ء میں کیے گیے ایک تحقیق کے مطابق ٹرولنگ کی وجہ سے آسٹریلیا کو ۷-۳ / ارب ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑا تھا، ٹرولنگ کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ٹرولر آپ کے خلاف ایک پوسٹ ڈال دیتا ہے، یہ پوسٹ آپ کی شخصیت پر ڈائرکٹ حملہ ہوتا ہے، آپ تلملا جاتے ہیں، آپ کی طبیعت چاہتی ہے کہ فوراً اس کا جواب دیں؛ لیکن عقل مندی یہ ہے کہ آپ جذبات میں نہ آئیں، اس پوسٹ کی ان دیکھی کردیں، آپ کی ان دیکھی سے یہ معاملہ اپنی موت آپ مرجائے گا، آپ نے جواب دے دیا تو پھر اس پر جواب الجواب کا سلسلہ شروع ہوجائے گا، جو آپ کے حق میں اچھا نہیں ہوگا، جس طرح ڈاکو اور چوروں کے قافلے ہوتے ہیں، ٹرولروں کے بھی بڑے بڑے گروپ ہوتے ہیں، وہ رَدّا پر رَدّا لگا کر آپ کو جوش میں لانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے، ٹرولر گروپ والوں کے دوسرے گروپ والوں سے بھی مراسم ہوتے ہیں، وہ اس کو بھی آپ کے خلاف کھڑا کردیں گے، اور آپ چوطرفہ حملے کی زد میں ہوں گے، یقینی طور پر یہ آپ کے تحمل اور برداشت کا امتحان ہے، آپ کی خاموشی آپ کو اس پریشانی سے نکال سکتی ہے، آپ یہ بھی کرسکتے ہیں کہ اس گروپ سے اپنے کو باہر کرلیں یا جس نمبر سے آپ کی شخصیت کو نشانہ بنایا جارہا ہے، اس کو بلاک کردیں تا کہ منفی خیالات آپ تک نہ پہونچیں اور آپ اس کی وجہ سے ذہنی تناؤ، مایوسی اور جھنجھلاہٹ سے بچ سکیں، اگر بہت زیادہ پریشانی محسوس کرتے ہوں تو کچھ دنوں کے لیے سوشل میڈیا سے اپنے کو دور کرلیں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب ٹرولر سمجھے گا کہ اس کی بات آپ تک نہیں پہونچ رہی ہے تو وہ اس بے ہودہ کام سے رک جائے گا، اگر ٹرولر گروپ ہے تو اس سے باہر نکل جانے میں ہی عافیت ہے، بہت ناگزیر ہو تو عدالت کا رخ بھی کیا جاسکتا ہے، اور ہتک عزتی کی دفعات کے ذریعہ مقدمہ کیا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ ایک طولانی عمل ہے، جو بہت دنوں تک آپ کو مشغول رکھے گا اور آپ کی بہت ساری کارکردگی متاثر ہوگی، اس لیے مقدمہ کی نوبت بھی نہ آنے دیں۔

ٹرولنگ کا استعمال حکومتی اور سرکاری سطح پر ان دنوں کثرت سے ہونے لگا ہے، اپنے مخالفین کو ہراساں کرنے کے لیے سرکاری سطح پر ٹرولنگ کا کام بڑے پیمانے پر ہوا کرتا ہے، کبھی انکم ٹیکس کے نام پر چھاپہ ماری سے لوگوں کو ہراساں کیا جاتا ہے اور کبھی فرضی مقدمات میں پھنسا کر، ان دنوں تشدد اور نفرت پھیلانے کے لیے بھی ٹرولنگ کا استعمال بڑے پیمانے پر کیا جارہا ہے، ماضی قریب تک نفرت کے اظہار کے لیے برا بھلا کہہ کر تعلقات منقطع کرلینا کافی سمجھا جاتا تھا؛ لیکن اب ٹرولر کی ایک پوری فوج اس کام کو کررہی ہے، جسے ٹرولر آرمی کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، نفرت کے اس کاروبار کو کسی سیاسی آدمی کے ذریعہ سے شروع کرایا جاتا ہے، پھر اسے ہوا دی جاتی ہے اور جب ہوا تیز ہوجاتی ہے تو ٹرولر آرمی سے نفرت کی فصل کاٹنے کا کام لیا جاتا ہے، مختلف عنوان سے ماب لنچنگ کے واقعات کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے، ہمارے کئی صحافی بھی اس ٹرولر آرمی کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

سوشل نیٹ ورک کے علاوہ کانفرنس، خبروں کے مراکز، پورٹل مصنوعات کی بڑی بڑی کمپنیاں بھی اس کام میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے کسی بھی پلیٹ فارم سے یہ کام ہوسکتا ہے، اس لیے ٹرولنگ سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور ممکنہ حکمت عملی کے ذریعہ اس کے تار وپود بکھیرنے کی ضرورت ہے، یہ حکمت عملی الگ الگ پلیٹ فارم اور الگ الگ موقعوں پر مختلف ہوسکتی ہے۔

ٹرولنگ آج ایک فن بن گیا ہے، اس فن کا ماہر باآسانی اشتعال انگیز پوسٹ کی نشان دہی کرسکتا ہے، اور نشاندہی کے بعد وہ ٹرولر کا اس قدر تعاقب کرتا ہے کہ وہ گروپ چھوڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے، جو ماہر ٹرولر ہوتے ہیں اور اپنا اصلی چہرہ ظاہر کئے بغیر لمبے عرصے تک ٹرولنگ کرکے متعلقہ افراد واشخاص ادارے اور کمپنیوں کو نقصان پہونچا سکتے ہیں۔

ٹرولنگ ایک مواصلاتی چیز ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے اصل حقیقت لوگوں کے سامنے نہیں آپاتی، غلط اطلاعات کے ذریعہ ٹرولر بحث کو غلط رخ پر لے جاتا ہے، اور خواہ مخواہ کی اشتعال انگیزی پیدا کرتا ہے، اس طرح اس کے اندر سماجی جارحیت کے سارے اوصاف پائے جاتے ہیں، ٹرولنگ نفرت کی کھیتی ہے، اس کو آگے بڑھانے والا کبھی ذہنی اعتبار سے بیمار یا کسی کی محبت میں پاگل ہوتا ہے، یہ پاگل پن اس کے اندر سے بھلے برے کی تمیز ختم کردیتا ہے، مودی بھگتی اس کی ایک مثال ہے، جو بھگتوں کی نظر میں ہر عیب کو ہنر بنادے رہا ہے اور مودی مودی کے خوب نعرے لگتے ہیں، اندھ بھگت جانتے ہیں کہ بھاجپا کے دور حکومت میں ملک تباہی کے کگار پر پہونچ گیا ہے، داخلی وخارجی دونوں محاذ پر حکومت پوری طرح ناکام ہے؛ لیکن اندھ بھگت ٹرولر جھوٹ کی بنیاد پر واہ واہی کے نعرے لگارہے ہیں۔

اسلام میں ٹرولنگ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لیے کہ یہ جھوٹ، فحاشی، دوسروں کی تذلیل، حقائق سے دور خبروں کی اشاعت پر مبنی ہوتا ہے اور ہمارے یہاں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے، فحاشی پھیلانے والوں کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے، دوسروں کی تذلیل، اکرام واحترام انسانیت کے خلاف ہے اور بے بنیاد خبروں کے پھیلانے پر ندامت اٹھانے کی بات قرآن کریم میں مذکور ہے، اس لیے مسلمانوں کو اس سے ہر حال میں بچنا چاہیے اور اگر کسی نے یہ کام کیا ہے تو اسے توبہ استغفار کرکے اللہ کے دربار میں گڑگڑانا چاہیے کہ اے اللہ ہمیں معاف کردے، ہم سے غلطی ہوگئی، اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے، وہ ضرور عفو ودرگذر کا معاملہ کرے گا۔

اچھی باتیں

"بات صرف نیت کی ہوتی ہے، کوئی کعبہ سے لوٹ کر بھی خالی ہاتھ رہ جاتا ہے اور کوئی گھر بیٹھ کر بھی رب کو پالیتا ہے ☆ کسی کے بارے میں غلط اندازہ نہ لگائیں، بہت سی نفرتیں اور غلط فہمیاں غلط اندازوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ☆ کچھ لوگ بھروسہ کے لیے روتے ہیں اور کچھ بھروسہ کرکے روتے ہیں ☆ انسان کی تمام پریشانیاں دو باتوں کی وجہ سے ہیں، ایک یہ کہ وہ تقدیر سے زیادہ چاہتا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ وقت سے پہلے چاہتا ہے ☆ بعض لوگوں کے سینے میں دل کی جگہ کلکولیٹر ہوتا ہے، ہاتھ ملانے سے پہلے اپنے نفع نقصان کا حساب لگالیتے ہیں۔" (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

"مودی اور بی جے پی لیڈروں کی تاریخ دانی کے ہم کبھی قائل نہیں رہے، البتہ ان کی طرف سے جس طرح کے انکشافات ہوئے ان سے ہماری معلومات میں تو کوئی اضافہ نہیں ہوا لیکن چودہ طبق ضرور روشن ہوگئے، مودی کے دور میں تاریخی واقعات کو غلط بیانی کے ذریعہ جس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے، اس میں لاعلمی سے زیادہ بدنیتی کا دخل ہے، ایسا کرنے والے بھول جاتے ہیں کہ اس سے تاریخی حقائق کو بدلا نہیں جاسکتا، بدقسمتی سے اس طرح کی غلط بیانیاں قومی کھیل بنتی جارہی ہیں۔" (انقلاب ۱۸ / نومبر: خالد شیخ)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں

رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خودستائی-ایک بری خصلت

’’جولوگ اپنے کئے پرخوش ہورہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جوکچھ انہوں نے کیا، اس پربھی ان کی تعریف ہوتو آپ ہرگز ہرگز ان لوگوں کو عذاب سے محفوظ خیال نہ کریں اوران کے لئے تو دردناک عذاب ہے‘‘ (آل عمران:۱۸۸)

مطلب: خودنمائی اورخودستائی ایک بری خصلت ہے، جواکثر حالتوں میں انسان کوکبروعناداورغرور کے اندھیرے میں ڈال دیتا ہے، پھراس انسان کونہ اللہ کافرض یادرہتا ہے اورنہ ہی بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی فکر رہتی ہے، بلکہ وہ ہروقت اپنی تعریف وتحسین کا متمنی رہتا ہے کہ لوگ اس کے کاموں کی مدح وسرائی کرتے رہیں وہ اسی میں مگن رہتا ہے، زندگی کا یہ طرز عمل انسانوں کے لئے تباہی وبربادی کاباعث ہے، مدینہ منورہ کے یہودومنافقین اسی بری خصلت میں مبتلا تھے، وہاں کے یہودی عالم ورہبان اپنے لوگوں کوغلط مسئلے بتلاتے تھے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں توریت میں جواوصاف بیان کئے گئے ان کی غلط تشریح کرتے تھے اوراپنی اس حرکت پر خوش بھی ہوتے تھے اورلوگوں سے تعریف وتحسین کے خواہاں ہوتے، ٹھیک اسی طرح جب منافقین مسلمانوں سے ملتے جلتے تو ان سے ان کی وفاداری کی قسمیں کھاتے اور جب اپنے حواریوں سے ملاقات کرتے تو کہتے کہ ہم انہیں بےوقوف بناتے ہیں اور پھراپنی اس حماقت کوعقل مندی اور دانائی تصور کرتے اوراس کے نتیجہ میں لوگوں سے تعریف وتحسین کے امیدواررہتے، قرآن نے کہا کہ ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوں گے اور آخرت میں بھی دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔

اس وقت یہودومنافقین کی یہ بری خصلت دبے پاؤں ہم مسلمانوں کے اندر بھی تشویشناک حدتک داخل ہوگئی ہے، مسلمان غیروں کی زمینوں پر قبضہ جماتا ہے، کاروبار میں دوسروں کودھوکہ دیتا ہے اوراس پرالٹے فخر بھی کرتا ہے کہ لوگ اس کی عقلمندی کی شہادت دیں اوران کے اس کرتوت کی مدح وسرائی کریں، اللہ نے یہودومنافقین کی مثال دے کر سمجھایا کہ ان کے اعمال بدکی طرح تم اس روش پر نہ چلو، اگرتم بھی اسی طرح کی حرکتیں کرتے رہے تو تمہاری بھی گرفت ہوگی، اس لئے اپنے عمل وکردار کوپاک وصاف رکھو، ہاں! اگرکسی کے اندر واقعی کوئی خوبی اور کمال ہے تواس کی اپنی کوششوں کا نتیجہ نہ سمجھو بلکہ اللہ کافضل وکرم اورعطیہ سمجھواوراس پرشکر بجالاؤ، اس لئے کہ بار بار اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے ذکر میں بندوں کے سامنے اس پہلو کونمایاں کیا: ’’لَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ‘‘ خدانے جودیا ہے اس پراتراؤ نہیں، شیخی نہ بگھارو اوراپنے کوبہت بزرگ نہ بتاؤ، وہ سب کی بزرگی اور پاکیزگی کوجانتا ہے اوراس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا:’’هو أعلم اذ انشأكم من الارض‘‘ تم کووہ خوب جانتا ہے اور جب تم بچے تھے، ماں کے پیٹ میں، سومت بیان کرواپنی خوبیاں، وہ خوب جانتا ہے، اس کوجوبچ کرنکلا (ترجمہ شیخ الہند) علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ عجب اورخودبینی ایک فریب کانام ہے اور جب اس فریب کا پردہ چاک ہوجاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت جلوہ سراب سے زیادہ نہ تھی، لیکن معاشرتی اورسیاسی حیثیت سے تو یہ پردہ دنیاہی میں چاک ہو جاتا ہے، مگر مذہبی حیثیت سے آخرت میں چاک ہوگا، لہذا مومن بندہ کوان بری خصلتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

نگاہیں نیچی رکھئے

’’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اجنبی مرد، اجنبی عورت کے سترکوہرگز نہ دیکھے، نہ ہی عورت کسی اجنبی مرد کے سترکودیکھے‘‘ (مشکوۃ شریف)

وضاحت: عفت وعصمت کی حفاظت سے صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے اس سے انسانوں کی عزت اوراس کا وقار بلند ہوتا ہے، اس لئے شریعت نے حکم دیا کہ کوئی اجنبی مرد کسی اجنبی عورت کے ستر پرنگاہیں نہ جمائے، یہ اس کی عزت وشرافت کے خلاف عمل ہے، چاہے یہ بدنگاہی شہوت ولذت کی خاطر ہو یا آنکھوں کی تسکین وفرحت پہونچانے کے لئے ہو، بہرصورت ناجائز اورحرام ہے، ایسے شخص پر اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت ہے جو کسی اجنبی عورت کی جانب نظر جمائے، یا اپنے ستر کے حصے کو دوسروں کودیکھنے کا موقعہ دے، ہاں اگراتفاقیہ طورپر کسی عورت یا مرد کی نظر پڑجائے تو فوراً نگاہ کوپھیر لے، دوسری اور تیسری مرتبہ نہ دیکھے، یا نظر جما کر نہ رکھے، اس لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں، آنکھوں کا زنا دیکھنے سے ہوتا ہے، دونوں ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں ان کا زنا کسی اجنبی عورت کوچھونا ہے، بسا اوقات علاج ومعالجہ کے لئے ڈاکٹر وحکیم مرض کی تشخیص کے لئے مجبوری کی حالت میں سترکھولنے کے لئے کہتا ہے تواس وقت ڈاکٹر کے لئے بقدرضرورت دیکھنے کی اجازت ہے، مگر بےضرورت سترکھولنا یا اپنے حسن کی نمائش کرنا قطعی طورپر جائزنہیں ہے، اسلام بالکل اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی اجنبی مرد کسی اجنبی عورت کے سامنے عریاں یانیم عریاں حالت میں جائے اس سے ایک دوسرے کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں اورگناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے، اس لئے جولوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، اللہ نے ان کے لئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اورایسے لوگ جوشرم وحیا کا پاس ولحاظ نہیں رکھتے، عفت وعصمت کی حفاظت نہیں کرتے، ایسے لوگوں کوسخت عذاب سے ڈرایا ہے، چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ’’ جولوگ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں یاباندیوں کے کہ ان سے تعلق پر کوئی ملامت نہیں، البتہ جواس کے علاوہ کچھ اورکا طلب گار ہوتو وہی لوگ حد سے گذر جانے والے ہیں، دوسری جگہ فرمایا گیا کہ مسلمان مردوں سے کہوکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اوراپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے لوگ جوکچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے، ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جس کے اندر ذراسی بھی شرافت وغیرت ہوگی وہ اپنی عفت وعصمت کی حفاظت سے کسی حال میں بھی لاپرواہی نہیں برتیں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

دوران عدت جائز امور

س: عدت کے دوران عورت کون کون کام انجام دے سکتی ہے؟

ج: وہ عورت جس کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہو یا شوہر نے طلاق بائن دے دی ہواس کے لئے عدت کے دوران درج ذیل امور شرعاً جائز ہیں:

(۱) گھر میں کسی مخصوص کمرہ میں بیٹھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ گھر میں جہاں چاہے رہ سکتی ہے، نیز گھر ہی کے اندر چلنا پھرنا گھریلو کام کاج وغیرہ کرنا بھی جائز ہے۔ (۲) نہانا، سردھونا، بدن اور کپڑوں کوصاف ستھرا رکھنا۔ (۳) سر میں تیل ڈالنا جبکہ تیل نہ لگانے سے سر میں درد یا سخت تکلیف کا اندیشہ ہو۔ (۴) سر میں کنگھی کرنا جبکہ جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہو۔ (۵) بیمار پڑنے پر حتی الامکان ڈاکٹر کوگھر بلا کر علاج کرائے، اگر ہسپتال جانے کی ضرورت ہوتو جاسکتی ہے، نیز ہسپتال میں رہنے کی ضرورت ہوتو اس کی بھی اجازت ہے۔ (۶) شوہر کے انتقال کے بعد کوئی معاش نہ ہواوراس کے پاس بھی کچھ موجودنہیں ہے جس سے اخراجات کا انتظام کرسکے تو پردہ کے ساتھ محنت، مزدوری اور ملازمت کے لئے جاسکتی ہے، لیکن رات گھرآکر گذارے اوردن میں بھی کام سے فارغ ہوکر فوراً گھرآجائے بلاضرورت گھر سے باہر رہنا جائزنہیں ہے۔ (۷) پینشن وغیرہ کی وصولیابی کی دفتری کارروائی کے لئے بھی جانے کی اجازت ہے، جبکہ اس کا جانا ضروری ہو۔ (۸) عورت کوسودا وغیرہ ضروری چیزوں کی ضرورت ہواورکوئی لانے والا نہ ہوتو اس صورت میں بقدرضرورت گھر سے نکلنے کی اجازت ہے اورضرورت پوری ہوتے ہی گھرواپس آجائے۔ (۹) مکان کے گرنے کا خطرہ ہو یا مکان میں عورت کواپنے اسباب ومتاع یا جان کے نقصان کا اندیشہ ہو یا رہائشی مکان کرایہ کا ہواورعورت کرایہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو یا مکان ترکہ بن کر تقسیم ہو رہا ہواورعورت کے حصہ میں آنے والا رہائش کے لئے ناکافی ہو یا عورت کواس مکان میں سخت وحشت ہوتی ہوتوان صورتوں میں عورت کوقریب تر دوسرے مکان میں منتقل ہونے کی اجازت ہے۔ (فتاوی دار العلوم زکریا: ۴/ ۳۱۹، الفتاوی الهنديه: ۱/ ۵۳۳)

دوران عدت ناجائز امور

س: عدت کے دوران کون کون سے امور ناجائز ہیں؟

ج: عدت کے دوران عورت کیلئے درج ذیل امور شرعاً ناجائز ہیں:

(۱) بناؤ سنگھار کرنا (۲) بطور زینت ریشمی یا عمدہ یا رنگا ہوا کپڑا پہننا، رنگین کپڑا اگر پرانا ہو جسے بطور زینت استعمال نہ کیا جاتا ہواس کوپہن سکتی ہے۔ (۳) زیورات اور چوڑیاں استعمال کرنا۔ (۴) خوشبو، کریم، پاؤڈر استعمال کرنا۔ (۵) مہندی لگانا۔ (۶) پان کھا کر منہ لال کرنا۔ (۷) بقصد زینت سرمہ لگانا، اگرکسی تکلیف کی وجہ سے لگائے تو گنجائش ہے۔ (۸) بقصد زینت سر میں تیل ڈالنا۔ (۹) بقصد زینت کنگھی کرنا۔ (۱۰) دوران عدت سفر کرنا۔ (۱۱) عدت کے دوران غمی یا خوشی میں شرکت کرنا۔ (۱۲) عدت میں نکاح کرنا۔ (۱۳) باہر رات گذارنا (۱۴) نامحرموں سے غیرضروری بات کرنا البتہ بوقت ضرورت بات چیت کی گنجائش ہے اور یہ حکم صرف زمانہ عدت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام حالات میں بھی یہی حکم ہے (فتاوی دارالعلوم زکریا: ۴/ ۳۲۱)

”على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها اذا كانت بالغة مسلمة الحداد فى عدتها كذا فى الكافى والحداد عن الطيب والدهن والكحل والحناء والخضاب ولبس المطيب والمعصفر والثوب الاحمر وما صبغ بزعفران الا اذا كان غسيلا لاينفض، ولبس القصب والخز والحرير ولبس الحلى والتزين والامتشاط، قال شمس الأئمة المراد من الثياب المذكورة ماكان جديدا منها ماتقع به الزينة اما اذا كان خلقا لاتقع به الزينة فلاباس به“ (الفتاوى الهندية: ۱/ ۵۳۳، الباب الرابع عشر فى الحداد)

دوران عدت پردہ

س: عدت کے دوران کن کن رشتہ داروں سے پردہ کرنا چاہئے، محرم اور غیرمحرم کس کوکہتے ہیں اوروہ کون کون رشتہ دار ہیں؟

ج: محرم ان افراد کوکہا جاتا ہے جن سے کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں نکاح حلال نہ ہو، ایسے تمام افراد سے پردہ کرنا عورت پر لازم نہیں ہے، محارم کی تفصیل لمبی ہے تاہم جن سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) باپ (۲) سوتیلا باپ (ماں کا شوہر) جبکہ والدہ اوراس کے مابین میاں بیوی کا تعلق قائم ہوجائے (۳) رضاعی باپ (۴) دادا (۵) نانا (۶) بھائی (۷) چچا (۸) ماموں (۹) سسر (۱۰) بیٹا (۱۱) شوہر کا بیٹا (۱۲) رضاعی بیٹا (۱۳) پوتا (۱۴) نواسہ (۱۵) داماد (۱۶) بھتیجا اوراس کے بیٹے (۱۷) بھانجا اوراس کے بیٹے۔

غیرمحرم ان افراد کوکہا جاتا ہے جن سے زندگی میں کسی بھی موقع پر نکاح حلال ہوایسے تمام افراد سے پردہ فرض ہے، تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) خالہ زاد بھائی (۲) ماموں زاد بھائی (۳) چچازاد بھائی (۴) پھوپھی زاد بھائی (۵) دیور (۶) جیٹھ (۷) بہنوئی (۸) نندوئی (۹) خالو (۱۰) پھوپھا (۱۱) شوہر کا چچا (۱۲) شوہر کا ماموں (۱۳) شوہر کا خالو (۱۴) شوہر کا پھوپھا (۱۵) شوہر کا بھتیجا (۱۶) شوہر کا بھانجا۔

پردہ صرف عدت کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ عورت کے لئے غیرمحرم مردوں سے پردہ کرنا ہرحال میں ضروری ہے چاہے عدت میں ہو یا عام حالات میں جبکہ محرم مردوں سے پردہ نہ تو عدت میں ضروری ہے، نہ عدت کے بعد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 46 مورخہ ۱۶/ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۲/نومبر ۲۰۲۱ء روز سوموار

کنگنارناوت کی بکواس-بدلتے حالات کا منظر نامہ

کنگنارناوت کو حال ہی میں صدر جمہوریہ ہند رام ناتھ کوند نے پدم شری اعزاز سے نوازا ہے، یہ ایک فلمی اداکارہ ہیں، غیر قانونی طور پر تعمیر ان کے اسٹوڈیو بعض حصے کو ممبئی میں ادھے کمار حکومت میں گرایا گیا تو وہ سرخیوں میں آئیں، انہوں نے اپنے تحفظ کے لئے حکومت ہند کا سہارا لیا، انہیں کمانڈوز فراہم کرائے گئے جوان کی جسمانی تحفظ کو یقینی بنائیں، عدالت نے گھر کے بقیہ حصوں کو زمین دوز کرنے پر حکم امتناعی دیا، ان واقعات کی وجہ سے انہوں نے فلم میں جتنی شہرت نہیں حاصل کی تھی، اس سے زیادہ ہفتہ دس دن میں ان کے مقدر میں آ گئی، ذرائع ابلاغ نے ان کی صلاحیتوں پر اپنی توانائی صرف کی، مہاراشٹر میں مخلوط حکومت بی جے پی کے خلاف تھی، اس لئے الکٹرونک میڈیا نے خاص کر کنگنا کے خلاف کارروائی کو ہوا دی، کنگنا وہ زبان بولنے لگیں جو آر اس اس کی زبان تھی اور بی جے پی جس کو زمین پر اتارنے کی جدوجہد میں زمانہ دراز سے مصروف ہے۔

بی جے پی چاہتی ہے کہ ہندوستان کی تاریخ بدل کر رکھ دی جائے، چنانچہ آر اس اس کے مؤرخین نے اس پر کام بھی شروع کر دیا ہے، اتر پردیش کی یوگی حکومت شہروں کے نام بدل کر اسی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے، کنگنارناوت کو پدم شری کا اعزاز ملا تو ان کی زبان زیادہ کھلنے لگی، ایک ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ " ۱۹۴۷ء کی آزادی بھیک میں ملی تھی، اصل آزادی ۲۰۱۴ء میں ملی" کنگنارناوت کو شاید یہ معلوم نہیں کہ جس آزادی کو وہ بھیک میں ملی آزادی کہہ رہی ہے وہ ہزاروں مجاہدین آزادی کے دار ورسن کے نتیجے میں ملی تھی، ہزاروں ماؤں کے سہاگ اجڑے تھے تب یہ آزادی حاصل ہوئی تھی، کنگنا رناوت کا یہ بیان ان مجاہدین آزادی کی توہین ہے جو سر بکف ہو کر میدان میں نکلے، پھانسی کے پھندے کو چوما، جیل کی صعوبتیں برداشت کیں، ان میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہے، غیر مسلموں کی قربانیاں ہیں، سب کو کنگنارناوت نے بھیک کہہ کر برباد کر دیا، بھیک کشکول گدائی لے کر گھومنے سے ملتی ہے نہ کہ جان وجسم کا نذرانہ پیش کرنے سے، یہ بھیک نہیں ہے، ہمارے مجاہدین کی بے پناہ قربانیوں کے طفیل انگریز مجبور ہو گئے تھے کہ ہمیں آزادی کا پروانہ دیں، برطانوی حکومت کی جانب سے آزادی کا پروانہ دینا ان کی مجبوری تھی اور مجبوری کے اس مقام تک انہیں ہمارے مجاہدین آزادی نے پہونچایا تھا۔

مودی حکومت کی ثناخوانی میں وہ یہ بھی بھول گئیں کہ بھاجپا کی حکومت کے سربراہ اس سے قبل اٹل بہاری واجپئی بھی رہ چکے ہیں اور اگر ہندتوا کے غلبہ کی وجہ سے وہ ایسا کہہ رہی ہیں تو اس بکواس کے سرے کو اٹل بہاری واجپئی تک انہیں لے جانا چاہئے تھا، انہیں یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ جس دستور کی رو سے یہ ملک جمہوری قرار پایا اور جس کی تیاری میں دو سال گیارہ ماہ اٹھارہ دن لگے بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر نے جس کی تدوین کو آخری شکل دینے کے لئے سات ہزار چھ سو پچیس ترمیمات کو پڑھ کر پانچ ہزار ایک سو باسٹھ ترمیمات کو رد کر دیا تھا اور صرف دو ہزار چار سو تہتر کو قابل اعتنا سمجھا تھا اس دستور کی حیثیت بھاجپا کے اس دور حکومت میں کیا رہ گئی ہے؟ کنگنارناوت آر اس اس کی گود میں کھیل رہی ہیں، وہ موہن بھاگوت کی زبان سے بول رہی ہیں، ۲۰۱۴ء میں آر اس اس سربراہ موہن بھاگوت نے کہا تھا کہ آج گیارہ سو سال کی غلامی کے بعد بھارت آزاد ہوا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ موہن بھاگوت بھی ۱۹۴۷ء کی آزادی کو آزادی تسلیم نہیں کرتے، شاید یہی وجہ ہے کہ تحریک آزادی کی قیادت گاندھی، نہرو اور مولانا آزاد سے لے کر سردار پٹیل کے نام کیا جا رہا ہے اور حالت یہ ہو گئی ہے کہ ۱۴/نومبر کو ملک کے پہلے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی یوم پیدائش کی تقریب میں جو پارلیامنٹ میں منعقد ہوا کرتی ہے لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے صدر نشیں (اسپیکر) بھی غائب رہے، کابینہ کا کوئی سنیر وزیر نظر نہیں آیا، ایسے میں کنگنارناوت جو کہہ رہی ہیں اس میں وہ اکیلی نہیں، پورا سسٹم شامل ہے، اکیلی کنگنارروات کی سوچ کو پدم شری اعزاز واپس لے کر بدلا جا سکتا ہے، لیکن نظام حکومت، بھاجپا کی پالیسی اور آر اس اس کے نظریات کی روشنی میں جس طرح چلایا جا رہا ہے، اس کو بدلنے کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے، سیاسی پارٹیاں بہت کچھ کر سکتی ہیں، لیکن جمہوریت کی بقا سے زیادہ انہیں ہندتوا کے نام پر ووٹ بٹورنے میں زیادہ دلچسپی ہے، اس لئے وہ سب خاموش ہیں اور ان کی خاموشی سے فرقہ پرست طاقتوں کو تقویت پہونچ رہی ہے، کنگنارناوت تو صرف ایک مہرہ ہے، شطرنج کی بساط پر مہروں کے چلنے کے لئے بھی قاعدہ قانون موجود ہے، لیکن آج ہندوستان کی بساط پر جو مہرے چلے جا رہے ہیں ان کے لئے کوئی قاعدہ قانون نہیں ہے، جو من میں آئے کرو اور جو منہ میں آئے بولو۔

امریکہ کی دادا گیری

امریکہ داخلی طور پر بہت سارے مسائل سے جوجھ رہا ہے، گن کلچر، دن بدن زوال پذیر معیشت اور مختلف ملکوں کی طرف سے درپیش خارجی خطرات کی وجہ سے وہ اندر سے کھوکھلا ہو گیا ہے، اور اسے پریشانیوں کا سامنا ہے، اس کے باوجود وہ باہری دنیا میں اپنا رعب ودبدبہ بنانے کے لیے بہت سارے ملکوں کو تاراج کرنے میں اپنا کردار ادا کرتا رہا ہے، تاکہ دنیا اس کی دادا گیری کو تسلیم کرے، جب تک روس کا سقوط نہیں ہوا تھا اس وقت تک بہت سارے ملکوں سے اس کی سرد جنگ چلتی رہی تھی، اس زمانہ میں بھی اس نے مختلف ملکوں پر فوج کشی کی، گو اسے اس کا خطرہ بنا رہتا تھا کہ روسین بلاک کے اس میں کود پڑنے کی وجہ سے امریکہ کو زیادہ نقصان نہ اٹھانا پڑے، ان دونوں کی طاقت آزمائی کی وجہ سے غیر جانبدار ملکوں نے اپنی ایک تنظیم بنالی، جس میں ہندوستان پیش پیش تھا، باوجویکہ روس سے اس کا مضبوط تجارتی اور دفاعی معاہدہ تھا۔

امریکہ نے ۱۸۹۸ء میں اسپین میں اپنی فوج بھیجی، یہ لڑائی آٹھ مہینہ چلی، پہلی عالمی جنگ میں ایک سال سات مہینے اپنی حلیف جماعتوں کے ساتھ اسے جنگ کرنی پڑی، ۱۸۹۹ء میں وہ فلپائن کے ساتھ بھڑ گیا اور ۱۹۰۲ء تک تین سال ایک مہینے یہ لڑائی چلتی رہی، ۱۹۵۰ء میں اس کی بھڑنت کوریا سے ہو گئی اور ۱۹۵۳ء تک تین سال ایک مہینے اس لڑائی کی نظر ہو گیے، ۱۹۴۱ء میں دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہوا، ۱۹۴۵ء تک تین سال آٹھ مہینہ کا عرصہ اس میں گذر گیا، مسلم ممالک پر حملہ کا آغاز امریکہ نے عراق کے ساتھ جنگ سے کیا جو ۲۰۰۳ء سے ۲۰۱۲ء آٹھ سال نو مہینے جاری رہا، ویت نام جنگ کا آغاز ۱۹۶۵ء میں ہوا، جو ۱۹۷۵ء تک دس سال دو مہینے جاری رہا، ۲۰۰۱ء میں اس نے افغانستان میں کٹھ پتلی حکومت بنوا کر طالبان کے خلاف جنگ کا آغاز کیا، یہ امریکہ کی تاریخ میں سب سے لمبی جنگ تھی، جو ۲۰۲۱ء تک انیس سال چھ ماہ جاری رہی یہاں سے انتہائی ناکامی کی حالت میں اسے بھاگ کھڑا ہونا پڑا اور اس نے امریکہ کی ساری دادا گیری کی پول کھول کر رکھ دی، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، افغانستان کے طالبان سے جنگ کرنے کی وجہ سے جو ذلت امریکہ کے حصہ میں آئی ہے اسے دنیا کی تاریخ میں کبھی بھلایا نہیں جا سکتا، ایک زمانہ تھا جب قرآن نے اس وقت کی رومن حکومت کے بارے میں کہا تھا کہ روم مغلوب ہو گیا، اسی طرح امریکہ کے لیے بھی چند سال ہی رہ گیے ہیں، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے اس کے ماقبل اور مابعد حکومت اللہ کی ہے، جس سے ایمان والے مسرور ہوں گے۔

ہندوستان کی دفاعی قوت میں اضافہ

ہندوستان کو چین نے تیزی سے آنکھ دکھانا شروع کر دیا ہے اس کی وجہ سے سرحد پر تناؤ میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے، پڑوسی ملک پاکستان کے ساتھ اس کے رشتے کبھی بھی استوار نہیں رہے، جس کے نتیجے میں کئی جنگیں ہندوپاک کے درمیان ہو چکی ہیں، اور اب بھی سرحد پر ہمارے جوان ملک کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان سے ہاتھ دھو رہے ہیں، ایسے میں ہندوستان کی دفاعی قوت کا مضبوط ہونا انتہائی ضروری تھا۔ لڑاکو طیارہ رافیل کے باوجود ضرورت اس بات کی تھی کہ ہمارے پاس دور تک مار کرنے اور دشمنوں کے ہوائی حملوں کا منہہ توڑ جواب دینے کے لیے ایسے میزائیل ہوں جو دور تک اپنے نشانے تک پہونچنے کی صلاحیت رکھنے والے اور دشمنوں کے میزائیل کو نشانے تک پہونچنے سے قبل ہی خاکستر کر دیں، اس سلسلے میں ہندوستان نے روس سے ایک معاہدہ کیا تھا، جس کی مخالفت امریکہ کی جانب سے ہو رہی تھی، ہندوستان نے اس مخالفت کی پرواہ کیے بغیر روس سے میزائیل کو مار گرانے والا ایس ۴۰۰ ایر ڈیفنس میزائل سسٹم کو حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے، ہندوستان نے انتالیس (۳۹) ہزار کروڑ روپے میں اس سسٹم کو حاصل کیا ہے، اس سسٹم کی بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک ساتھ چھتیس (۳۶) لڑاکو طیارے گرا سکتا ہے، یہ چھ سو کلومیٹر دور تک آنے والے حملہ آور طیارے اور میزائیل کو گرانے کی صلاحیت رکھتا ہے، تیس کلومیٹر دور تک نشانہ لگا سکتا ہے، ۸-۴/کلومیٹر فی سکنڈ کی رفتار سے یہ حملہ کرتا ہے، اس میں نصب بارہ گن ایک ساتھ تین تین نشانوں کو نیست ونابود کر سکتا ہے، اس میزائل کی صلاحیت پاکستان اور چین میں متعین فضائی دفاعی سسٹم سے دوگنی ہے، اس سسٹم کے حصول سے خطے میں طاقت کا توازن قائم ہوگا، اور ہماری ہوائی افواج کے حوصلے بلند ہوں گے، اس لیے اس سسٹم کے حصول پر حکومت لائق ستائش ہے، اے پی جے عبد الکلام نے کہا تھا کہ صلح کی میز پر بھی طاقتور ہونا ضروری ہے، ورنہ کمزوروں کی کوئی سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اسی احساس کے ساتھ عبد الکلام نے "اگنی" ملک کو فراہم کرایا تھا اور اب اسی احساس کے ساتھ یہ نیا میزئیل سسٹم ہماری فضائی طاقت کا حصہ بنا ہے۔

بچوں کے خلاف سائبر جرائم

نیشنل رکارڈس بیورو (ان سی آر بی) کی رپورٹ کے مطابق بچوں کے خلاف سائبر جرائم میں چارسو فی صد کا اضافہ ۲۰۲۰ء میں درج کیا گیا ہے، جن میں ستاسی (۸۷) فی صد واقعات نابالغوں کے ساتھ جنسی ہراسانی اور استحصال کے ہیں، اعداد وشمار کے مطابق ۷۳۸ معاملات اس قسم کے تھے، جب کہ بچوں کے خلاف جرائم کی کل تعداد ۸۴۲ تھی، ۲۰۱۹ء میں صرف ۱۶۴ مقدمات درج ہوئے تھے جو ۲۰۲۰ء کے مقابل چارسو تیرہ (۴۱۳) فی صد کم تھے ۱۸-۲۰۱۷ء کی بات کریں تو یہ تعداد صرف ۷۹ اور ۱۱۷ تھی، بچوں کے خلاف آن لائن جرائم میں علی الترتیب اتر پردیش کرناٹک (۱۴۴) مہاراشٹرا (۱۳۷) کیرالہ (۱۰۷) اور اڈیشہ (۷۱) پورے ملک میں سرفہرست ہیں۔

چائلڈ رائٹس اینڈ یو (سی آر واری) کی سی ای او پوجا مارواہ نے اپنے ایک تجزیہ میں کہا کہ انٹرنیٹ پر زیادہ وقت گذارنے کی وجہ سے بچوں کے خلاف جرائم میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، بچے انٹرنیٹ کے ذریعہ جرائم پیشہ کے رابطے میں آتے ہیں، فحش پیغامات کا آپس میں تبادلہ ہوتا ہے، چڑھتی عمر کے بچوں کے لئے دھیرے دھیرے یہ محبوب مشغلہ بن جاتا ہے اور جرائم پیشہ ان بچوں کا استحصال شروع کرتے ہیں، معاملہ یہاں تک بڑھ جاتا ہے، کہ بچوں کے لئے نہ جائے رفتن، نہ پائے ماندن والی بات ہو جاتی ہے، جرائم میں اگر وہ ان کو ساتھ نہیں دے پاتے تو بلیک ملنگ کی دھمکیاں ملنی شروع ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے بچے نفسیاتی طور پر پریشان ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے اب تو تعلیم بھی آن لائن ہو رہی ہے، اس لئے اسمارٹ فون ۵۳.۸ فی صد گھروں میں پہونچ چکا ہے اور سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کی بہ نسبت نجی اسکولوں میں پڑھنے والے بچے اس کا زیادہ استعمال کر رہے ہیں، اس جائزہ کے مطابق اسی (۸۰) فی صد ایسے بچوں کے پاس اسمارٹ فون ہے جن کے والدین تو نویں، دسویں سے آگے نہیں اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکے تھے، ایسے والدین جن کی تعلیم پانچویں کلاس تک ہے، ان میں پچاس فی صد نے اپنے بچوں کو پڑھنے کے نام پر اسمارٹ فون دے رکھا ہے، پچیس فی صد گارجین وہ ہیں جنہوں نے تعلیم کے لئے ہی اسمارٹ خریدا، ایسے میں بچوں کو انٹرنیٹ سے دور نہیں رکھا جا سکتا جن تعلیمی اداروں میں انڈرائڈ موبائل رکھنا اخراج کا سبب ہوتا تھا، وہاں موبائل بچوں کے ہاتھ دینا ان کی مجبوری ہو گئی ہے، ایسے میں بچوں کو سائبر جرائم سے بچانے کا صرف ایک طریقہ بچا ہے وہ یہ کہ اساتذہ گارجین بلکہ سماج بھی اس قسم کے جرائم اور حالات پر نگاہ رکھے اور اگر کوئی معاملہ سامنے آتا ہے تو فوری طور پر اس کے تدارک کی کوشش کرے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: **مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی**

ڈاکٹر ممتاز احمد خان کی رحلت-ملی تعلیمی تحریک کا بڑا نقصان

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے سابق پرووائس چانسلر، بابائے تعلیم، الامین تعلیمی تحریک، الامین ایجوکیشنل سوسائٹی، الامین میڈیکل کالج، بیجاپور، الامین لا کالج اور الامین اسکول بنگلورو کے بانی وقائد ڈاکٹر ممتاز احمد خان تقریبا پچاسی سال اس دنیا میں گزار کر ۲۷رمئی ۲۰۲۱ءکو سفر آخرت پر روانہ ہوگئے، انہوں نے زندگی کو پل پل جیا، اور سن شعور کے بعد پوری زندگی مسلمانوں کے اندر تعلیم کو عام کرنے، عصری تعلیم کو فروغ دینے میں لگادی اور الامین کا شہرہ ملک وبیرون میں پھیل گیا، درازی عمر اور ضعف وناتوانی کی وجہ سے ادھر کچھ دنوں سے وہ الامین کے کاموں میں سرگرم حصہ داری نہیں نبھار ہے تھے، جس کا ان کو انتہائی افسوس تھا، زندگی بھر کام کرنے والا اگر کسی وجہ سے معذور سا ہو گیا ہو تو اس کی گھٹن اور اس کا کرب دیدنی ہوتا ہے، ڈاکٹر صاحب کی بھی یہی حالت تھی، چند ہفتوں سے ان کی بیماری نے شدت اختیار کرلی تھی، اچ بی ایس اسپتال میں علاج کے بعد دوتین دن قبل ہی وہ گھر لوٹے تھے، لیکن زندگی نے ساتھ نہیں دیا اور قضا وقدر نے اپنا کام کر دیا۔ تدفین ان کی وصیت کے مطابق الامین رہائشی اسکول ہوسکوٹے کے احاطہ میں مسجد ممتاز سے قریب عمل میں آئی، بعد نماز جمعہ مسجد ممتاز سے متصل جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خان ۶رستمبر ۱۹۳۵ء میں پونے مہاراشٹر میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام یوسف اسماعیل خان اور ان کی والدہ کا نام سعادت النساء تھا، جنہوں نے علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے بی اے تک تعلیم حاصل کی تھی، والد لایر (وکیل) تھے، ان کی تعلیم بھی علی گڈھ میں ہی ہوئی تھی، انہوں نے پرائمری اسکول کی تعلیم آل سینٹ پرائمری اسکول تروچی راپلی تمل ناڈو اور ہائی اسکول کی تعلیم بشپ ہیبر ہائی اسکول تیورتروچراپلی تمل ناڈو اور پی یوسی کی تعلیم سینٹ جوزف کالج ترچی رابلی سے پائی، انہوں نے اسٹانلی میڈیکل کالج مدراس یونیورسٹی سے ۱۹۶۳ء میں ام بی بی اس اور اسٹانلی کالج چنئی سے سرجری میں ام اس کیا تھا، انہوں نے شروع کے دوسال معالج کی حیثیت سے خدمت انجام دی، لیکن جلد ہی تعلیمی کاموں سے اس طرح جڑ گئے کہ ان کے لیے مریضوں کو دیکھنے کے لیے وقت نکالنا مشکل ہوگیا، چنانچہ پورے طور پر انہوں نے اپنے کو الامین تعلیمی تحریک کے لیے وقف کردیا، ۱۹۶۶ء میں جب ان کی عمر صرف اکتیس سال تھی، جنوبی ہند میں تعلیمی انقلاب پیدا کرنے کے لیے الامین سوسائٹی قائم کیا، اس تحریک کے تحت ایک سو ستہتر سے زائد تعلیمی ادارے ملک بھر میں چل رہے ہیں، وہ صحافت کے میدان میں بھی انقلاب لانا چاہتے تھے، اس نقطۂ نظر سے انہوں نے سیاست حیدرآباد کو فروغ دیا اور اس کو ملک کے بڑے اخباروں میں لاکھڑا کرنے میں کلیدی رول ادا کیا۔

۲۷ردسمبر ۱۹۶۴ءکو بنگلور کی محترمہ زرین تاج صاحبہ سے وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے لڑکی اور ایک لڑکا اللہ نے عطا کیا، سب کی اچھی تعلیم وتربیت ڈاکٹر صاحب نے کی اور وہ سب مختلف میدانوں میں سرگرم عمل ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خان نے پوری زندگی ہر سطح پر تعلیم کے فروغ میں لگادی، وہ جنوبی ہند کے سرسید کہے جاتے تھے، انہیں کئی بار پارلیامنٹ کا ٹکٹ اور راجیہ سبھا کی رکنیت پیش کی گئی، لیکن انہوں نے صاف انکار کردیا انہوں نے فرمایا کہ میں پورے ہندوستان میں کام کرنا چاہتا ہوں، کسی خاص حلقہ میں محدود ہوجانا میرے لیے ممکن نہیں، یہ بڑے دل گردے کی بات تھی، اس کے قبل انہوں نے اچھی خاصی ملازمت سے استعفادے دیا تھا، وہ تعلیم کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے جنون میں مبتلا تھے، اور اس کام کے لیے کسی حد تک جانے کو تیار رہتے تھے، وہ خالص اسلامی ذہن ودماغ رکھتے تھے، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور مسجد کے بلند وبالا مینار اور تقدس ان کے دل ودماغ میں اس قدر جابستے تھے کہ انہوں نے رہائشی اسکول کے احاطہ میں اپنی آفس ایسی جگہ بنائی تھی، جہاں سے مسجد ان کی نظر کے سامنے ہو، انہوں نے اپنے ذریعہ قائم تعلیمی اداروں میں اسلامی ماحول اور دینیات کی تعلیم کا معقول نظم کیا اور ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔

وہ ایک تعمیری ذہن کے مالک تھے، فرمایا کرتے تھے کہ بندہ جب اپنی تلاش میں تھک جاتا ہے تو اللہ کی نصرت ومدد ضرور آتی ہے، اس لیے راستے کے نشیب وفراز کو دیکھنے کے بجائے ہمیشہ منزل پر نظر رکھنی چاہیے، یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ کام کون کر رہا ہے، بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کام کیا ہو رہا ہے، ہمیشہ یادرکھنا چاہیے کہ وسائل واسباب کی کمی سے کام نہیں رکتا، کام میں رکاوٹ صرف خلوص کی کمی سے آتی ہے، اس لیے کہ جہاں خلوص ہو وہاں فلوس (پیسہ) آہی جاتا ہے، اس لیے خدا کے غیبی خزانے پر نگاہ رکھو اپنی جیب کی استطاعت نہ دیکھو، یہ اور اس قسم کے دوسرے بہت سارے اقوال پر وہ خود بھی عمل کرتے تھے، اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہا کرتے تھے۔

میری ان سے بہت ملاقات اور شناسائی نہیں تھی، صرف دو ملاقات تھی، جس میں گفتگو کم دیدن زیادہ ہوا تھا، پہلی ملاقات بنگلور ہی میں الامین میں ہوئی تھی، میرا یہ سفر جامعہ دارالسلام عمرآباد میں منعقد ہونے والے فقہی سمینار کے موقع سے تھا، تھوڑا وقت انہوں نے علماء، فقہاء کے ساتھ گذارنے کی دعوت دی تھی، اور ہم لوگ بصد شوق وہاں حاضر ہوگیے تھے اور ان کے خیالات کو براہ راست سننے کا پہلی بار موقع ملا تھا۔

دوسری ملاقات پٹنہ میں ہوئی تھی، غالبا یہ سفر ان کا تعلیمی کارواں کے ساتھ ہوا تھا، جس میں سید حامد، سلمان صدیقی، امان اللہ خان کے علی گڈھ کے ساتھ وہ بھی تشریف لائے تھے، پروگرام کرشن میموریل ہال میں تھا، اور بہت کامیاب رہا تھا، اس ملاقات میں میرے لیے صرف مصافحہ کرلینا ممکن ہوا تھا، پھر ان کی تقریر نے دل ودماغ کے دروازے پر دستک دی، اس دستک کی وجہ سے تعلیمی میدان میں کام کو آگے بڑھانے کا حوصلہ ملا تھا۔

ایسی بافیض شخصیت کا دنیا سے چلا جانا بڑا تعلیمی وملی نقصان ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

کتابوں کی دنیا ✍: **مولانا رضوان احمد ندوی**

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

بیٹیوں کی حفاظت کیجئے

بلاشبہ بیٹیاں اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی پرورش وپرداخت کرنا، اسلامی نہج پر ان کی تعلیم وتربیت کرنی اور بلوغیت کے بعد ان کی شادی کردینا دخول جنت کا ذریعہ ووسیلہ ہے، اس لئے ہر والدین کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ بچیوں کی پیدائش کو رحمت تصور کریں اور باد سموم کے جھونکوں سے اس کی حفاظت کا انتظام بھی کریں، جو لوگ اپنی بچیوں کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں، ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ کے حضور مجرم کی حیثیت سے کھڑے کئے جائیں گے، آج مغرب نے آزادی نسواں کے عنوان پر لڑکیوں اور عورتوں کو بے لگام کردیا ہے، جس کے باعث مغربی معاشرہ تباہ تو ہورہا ہے، اس کے برے نتائج دنیا کے دوسرے ممالک پر پڑ رہے ہیں، ہمارے ملک بھارت میں بھی یہی کھیل کھیلا جارہا ہے، کہیں آزادی کے نام پر اور کہیں اپنے ہمنواؤں کو اسلاموفوبیا کا خوف دلاکر مسلم لڑکیوں کا استحصال کیا جارہا ہے اور ان لڑکیوں کی عفت وعصمت کو تارتار کیا جارہا ہے، آر ایس ایس ہندو سبھا اور اس کی حلیف تنظیمیں پہلے مسلم لڑکیوں کو فریب محبت میں ڈال کر پھنساتی ہیں، ان کی صنفی احساسات اور لذت جسمانی سے لطف اندوز ہوتی ہیں، پھر ان لڑکیوں کے مذہب کو تبدیل کرواکر ان سے شادی رچالیتی ہیں، اس طرح کے متعدد شرمناک واقعات اخبارات میں پڑھنے کو ملتے ہیں کہ فلاں جگہ کی فلاں مسلم لڑکی کسی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی، ریلوے اسٹیشن پر پکڑی گئی اور کہیں معلوم ہوا کہ اس نے کورٹ میرج کرلیا، اس طرح کی خبروں کے پڑھنے کے بعد رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ کدھر جارہا ہے، کیوں ان لڑکیوں کی دنیا وآخرت تباہ ہورہی ہے اور اس کی وجہ سے اس کے خاندانی نظام کے تانے بانے کیوں بکھر رہے ہیں، اکابر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ ان فتنوں پر قابو پانے کے لئے مستقل فکرمند رہتی ہے اور اس کے تدارک کے لئے منصوبے اور خاکے بناتی رہی ہے، اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے اکابر کی حکمت عملی اور حسن تدبیر سے بڑی حد تک فتنہ ارتداد پر قابو پاجاسکا ہے اسی عملی کاوش کا ایک حصہ یہ کتاب ''بیٹیوں کی حفاظت کیجئے'' ہے جس کو امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نے بڑی محنت اور خوش سلیقگی سے مرتب کیا ہے، حضرت نائب امیر شریعت ایک جواں سال جید عالم دین ہیں، ان کا علم اور مطالعہ بہت وسیع ہے، حالات پر ان کی گہری نظر ہے، دارالعلوم وقف دیوبند کے ممتاز استاذ تفسیر وحدیث ہیں، ماضی میں ان کے پُر بہار قلم سے کئی محققانہ کتابیں منظر عام آچکی ہیں، ان میں علم تفسیر، تاریخ وتعارف، اسماء القرآن، تفسیر پارہ عم و ۲۹، رہنمائے انشاء، الخطب القاسمیہ کے علاوہ سیرت وسوانح پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا غلام نبی کشمیریؒ پر لکھی گئی ان کی کتابیں علمی حلقوں میں بیحد مقبول ہوئیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''بیٹیوں کی حفاظت کیجئے'' اسی سلسلہ کی ایک علمی کاوش ہے، یہ کتاب ۵۲رصفحات پر مشتمل ہے، جس میں ۳۴رذیلی عناوین ہیں، ان میں ''عہد جاہلیت میں بیٹیاں، اسلام میں عورتوں کا مقام، مخلوط نظام تعلیم کا زہر، اسمارٹ فون سے بیٹیوں کو بچائے، شادی میں تاخیر کے نقصانات اور مثالی خواتین کے واقعات جیسے موضوعات پر سیر حاصل، عالمانہ بحث کی گئی ہے، فاضل مؤلف نے کتاب کے مقدمہ میں مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا کہ:

''ہم نے سماج کو جگانے کے لئے اسلام کا تاریخی پس منظر، موجودہ سلگتے ہوئے حالات، ارتداد کے اسباب کا تذکرہ کیا ہے، ساتھ ہی موجودہ وقت میں اس کے حل کے لئے کیا کیا طریقے اپنائے جاسکتے ہیں، اس پر بھی روشنی ڈالی ہے، لکھتے ہیں کہ ملت کی بیٹیوں کو ارتداد سے روکنے کے لئے میں نے ایک فکر دینے کی کوشش کی ہے، اسے اگر مسلم سماج اور ملت کے ذمہ داران اوڑھنا بچھونا بنالیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ارتداد کا سد باب آسانی سے ہوسکتا ہے (ص:۷) چنانچہ انہوں نے کتاب کے آخری حصہ میں اس فتنہ کے تدارک کے لئے سماج کو مثبت رُخ پر ڈالنے، آس پاس کے ماحول کو خوشگوار بنانے اور اپنے گھر کو اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ بنانے کی تلقین کی، کتاب کے آغاز میں امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے حرف چند لکھ کر جہاں کتاب کی معنویت وافادیت کو دو چند کیا وہیں اس مسئلہ کی حساسیت اور اس کے تدارک کی بعض شکلیں بھی پیش کیں، اس طرح یہ کتاب اپنے موضوع اور مقصد کے لحاظ سے ایک مفید اور پر از معلومات کتاب ہے، زبان وبیان بہت سادہ اور پر کشش ہے، جو کہ مؤلف کے خلوص وصداقت کا آئینہ دار ہے، اس کتاب کو امارت شرعیہ کے شعبہ نشر واشاعت نے طبع کرایا ہے، جو ظاہری ومعنوی دونوں اعتبار سے قابل دید بھی، جاذب نظر بھی اور قابل مطالعہ بھی، میں نے اس کے چند مشمولات کو بغور پڑھا، انداز بیان پسند آیا، اس لئے میں ہر صاحب ذوق کو اس کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں، ضرورت منداصحاب علم وکمال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ 801505 سے پر طلب کرسکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

قسط نمبر-۲۱

حجۃ الاسلام الامام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بحیثیت مصنف و مدرس

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ☆

جذبہ خوش لباسی کا حشر:

مولانا احمد حسن صاحب ہی اسی سلسلہ میں ایک اور واقعہ کا بھی تذکرہ کیا کرتے تھے، گذر چکا ہے کہ مولانا احمد حسن کی پرورش ناز ونعمت کے ماحول میں ہوئی تھی، وہ خود بھی کہا کرتے تھے کہ:

''میں بڑا خوش لباس تھا'' اب سنئے اسی ''خوش لباسی'' کے جذبہ کا حشر، ارواح میں ان ہی کا یہ بیان درج کیا گیا ہے کہ:

''سیدنا الامام الکبیرؒ کی خدمت میں کسی نے گاڑھے کا ایک تھان پیش کیا، قبول کرلیا گیا، اور درزی کو بلوا کر حکم دیا گیا کہ ایک انگرکھا تو میرا اس سے تیار کردو، اور اسی کے ساتھ ان کو (یعنی مولانا احمد حسن) کو بلا کر درزی سے فرمائش کی گئی، کہ دوسرا انگرکھا ان کے لئے اسی کپڑے سے نکالو، کپڑا کافی تھا، درزی دونوں انگرکھے سی کرلے آیا، مولوی احمد حسن صاحب کے حوالہ گاڑھے کا وہی انگرکھا یہ ہدایت کرتے ہوئے کیا گیا کہ اسے تم پہنو، ''خوش لباسی'' کے جذبہ کی خوراک گاڑھے کے اس انگرکھے کی شکل میں مہیا کی گئی تھی، مولانا احمد حسن صاحب نے لینے کی حد تک تو لے لیا، مگر بجائے پہننے کے اس کو صندوق کے حوالہ کیا، کہتے تھے جب اس انگرکھے کو پہن کر حضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، تو وجہ پوچھی گئی، کوئی وقتی عذر پیش کردیا گیا، مگر یہ فرمائش اتفاقی تو تھی نہیں جوان حیلوں حوالوں سے ٹل جاتی، مولانا احمد حسن فرماتے تھے کہ ''مولانا روز دریافت فرماتے کہ بھائی، تم نے اس کو پہنا نہیں آخر جب میں سمجھ گیا کہ مولانا مانیں گے نہیں تو مجبوراً میں نے اس کو پہنا''۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۲۰۷، سوانح قاسمی: ج ۱ر ص ۴۴۲)

تدریس کو ذریعہ معاش بنانے سے گریز:

حضرت مولانا نانوتویؒ کی تعلیمی وتدریسی خصوصیات میں ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے درس وتدریس کو کبھی حصول معاش کا ذریعہ نہیں بنایا، دولت مند نہ ہونے کے سبب سے مجبوراً حصول معاش کے لئے ملازمت اختیار کی، مگر تعلیمی کے بجائے مطبع میں تصحیح کتب کی، اور پھر تنخواہ میں بھی عام روش کے برخلاف اضافے کے بجائے تخفیف پر اصرار فرماتے تھے اور اس قدر کم تنخواہ پر قناعت فرماتے جس میں بدقت اور بمشکل گذر کیا جاسکے، دس پندرہ روپے سے زیادہ کبھی تنخواہ لینا قبول نہ کیا، وقت کا بڑے سے بڑا عہدہ جو کسی ہندوستانی کو دیا جاسکتا تھا وہ بقول حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ آپ کی چشم وابرو کے ادنیٰ اشارہ پر مل سکتا تھا، چنانچہ آپ کے تعلیمی زمانے کے معاصرین جو علمی استعداد میں آپ سے کہیں فروتر تھے محکمہ تعلیم میں بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہوگئے، مگر آپ نے تعلیمی ملازمت قبول کرنا پسند نہیں فرمایا۔

آپ کے والد مختصر سی زمین رکھتے تھے اور یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ بیٹا لکھ پڑھ کر جب عالم بن جائے گا تو معقول تنخواہ کی کوئی ملازمت مل جائے گی مولانا کے معاصرین جب اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہوگئے اور مولانا نے ملازمت کی جانب التفات نہ فرمایا تو والد کو بہت افسوس ہوا اور برسبیل شکایت حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ سے عرض کیا کہ:

''میرے یہی تو ایک بیٹا تھا اور اس سے بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں کچھ کماتا اور نوکری کرتا تو ہمارا افلاس دور ہوجاتا، خدا جانے آپ نے کیا کردیا کہ نوکری کے لئے تیار نہیں ہوتا''۔ حضرت حاجی صاحبؒ اس وقت تو سن کر چپ ہو رہے، مگر دوسرے وقت کہلا بھیجا کہ'' تم تنگی کی شکایت کرتے ہو، حق تعالیٰ ان کو نوکری کے بغیر ہی اتنا کچھ عنایت فرمائے گا کہ نوکری سے اچھے رہیں گے، اور بڑے عہدے والے ان کی خدمت میں فخر کیا کریں گے۔ (تاریخ دار العلوم: ج ۱ر ص ۱۱۴-۱۱۵)

حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ بحیثیت مصنف

حضرت نانوتویؒ کا مشن دشمن اسلام کے خلاف اسلام کا دفاع ہے، اس لئے جہاں تقریر کی ضرورت پیش آئی وہاں تقریر اور جہاں تحریر کی ضرورت پیش آئی وہاں تحریر سے کام لیا، تصنیف آپ کا پیشہ نہ تھا، بلکہ اسے آپ نے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ کسی نے تحریراً کچھ پوچھا تو آپ نے جواب میں کچھ ارقام فرمادیا، یا بعض نے کسی اہم مسئلہ پر لکھنے کی کچھ فرمائش کی اصرار سے مجبور ہوئے تو قلم ہاتھ میں لے لیا۔

کتابوں کے ناقص یا ناتمام رہ جانے کی وجہ بھی وہی ہے کہ مصنف بننے کے لئے آپ نے تحریر کے میدان میں قدم نہیں رکھا وقتی محرکات اور بیرونی دباؤ سے متاثر ہو کر وقت پر جو کچھ لکھا گیا یا لکھ دیا پھر اس کی تکمیل کا خیال نہ آیا، مثلاً تقریر دلپذیر کی تصنیف فرمانا شروع کی جو درمیان میں ہی رہ گئی۔ (سوانح قاسمی، ج ۱: ص ۴۰۸)

تصانیف میں برجستگی اور آمد:

آپ کی تصانیف کو پڑھئے اور دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ انداز بیان برجستہ اور بے تکلفانہ ہے نہ کوئی بناوٹ ہے اور نہ کوئی تکلف اور نہ ہی اس میں دوسروں کی تصانیف سے استفادہ کیا گیا ہے، جیسے جو خیال آیا اس کو اسی طرح ضبط کرلیا گیا، املا کرادیا، اس پر نظر ثانی کی بھی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

حکایات اہل دل

: مولانا رضوان احمد ندوی

حدیث نبویؐ کا ادب

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ بچھو نے انہیں کاٹا اور گیارہ بار کاٹا، مگر آپ نے ذرا بھی اُف نہ کی اور برابر حدیث بیان کرتے رہے، یہ انہیں کا دل تھا کہ گیارہ بار بچھو نے کاٹا، مگر حدیث کو ترک نہیں کیا یہ بات کہہ دینی تو آسان ہے، چنانچہ میں نے بھی کہہ دی ہے، مگر ابھی بچھو سامنے سے نکل آئے تو شاید سب سے پہلے میں ہی بھاگوں۔

جب امام مالکؒ حدیث پڑھا چکے تو خادم نے دریافت کیا کہ اثناء درس میں آپ کے چہرے کا رنگ کیوں بدل رہا تھا، فرمایا: بچھو نے میرے گیارہ بار ڈنگ مارا مگر میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے نہ اٹھا، اب اس کو تلاش کرکے مارڈالو، چنانچہ تلاش کرکے ماردیا گیا۔

خیالی پلاؤ نہ پکاؤ

شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک رات مجھے ایک تاجر کے پاس رہنے کا اتفاق ہوا، اس کے پاس سامان تجارت تھا اور بہت سے غلام اور خدمت گار تھے اس نے تمام رات میرا سر کھایا کہ اس وقت میرے پاس اتنا مال ہے اور میرا فلاں شریک ترکستان میں ہے اور کچھ سامان تجارت ہندوستان میں ہے اور یہ فلاں زمین کی دستاویز ہے اور فلاں سامانِ تجارت ہندوستان میں ہے اور یہ فلاں زمین کی دستاویز ہے اور فلاں سامان کا ایک شخص ضامن ہے کبھی کہتا ہے کہ اسکندریہ جانے کا خیال کررہا ہوں اور وہاں کی آب وہوا اچھی ہے کبھی کہتا کہ وہاں کا دریا خطرناک ہے۔

پھر کہنے لگا سعدی! مجھے ایک سفر اور درپیش ہے، اگر وہ پورا ہوجائے تو پھر بقیہ زندگی قناعت کے ساتھ گوشہ نشین ہوکر گذاروں گا میں نے پوچھا وہ کون سا سفر ہے کہا فارس کی گندھک چین میں لے جانا چاہتا ہوں کیوں کہ سنا ہے اس کی وہاں بہت قیمت ہے، درچینی گلاس روم میں لے جاکر فروخت کروں گا اور دیبائے رومی ہندوستان میں اور فولاد ہندی حلب میں اور حلبی شیشہ یمن میں اور یمنی چادر فارس میں اس کے بعد میں سفر ترک کرکے ایک دوکان میں بیٹھ جاؤں گا، اب بھی ترکِ دنیا کا ارادہ نہیں دوکان ہی میں بیٹھنے کی نیت ہے، غرض اس قسم کا خیالی پلاؤ پکاتا رہا، اخیر میں سعدیؒ سے کہا کہ آپ بھی کچھ اپنی دیکھی اور سنی ہوئی باتیں سنائیں، سعدی نے جواب دیا۔

آں شنیدستی کہ در صحرائے غور — بار سالارے بیفتاد از ستور

تو نے غور کے جنگل کا قصہ سنا ہوگا کہ ایک تاجر کا سامان سواری سے گرگیا:

گفت چشم دنیادار را — یا قناعت پر کند یا خاک گور

وہ بولا کہ دنیادار حریص کی آنکھ کو یا تو قناعت بھری ہے یا قبر کی مٹی۔ واقعی دنیادار کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی، بس مر کر ہی ختم ہوتی ہے، حدیث میں بھی آیا ہے کہ انسان کی حرص کے شکم کو مٹی ہی بھر سکتی ہے: ''ولا یملأ جوف ابن آدم إلا التراب ویتوب اللہ علی من تاب''

اس طول امل اور فضول لایعنی خیالات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ صبح آوے تو شام کی فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کی فکر نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو یعنی یہ سمجھ لو کہ گویا آج ہی کا تھوڑا سا وقت زندگی کا باقی ہے۔

باز اور بڑھیا

رومیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے، کسی بڑھیا کے مکان کی چھت پر ایک باز آکے بیٹھ گیا اور اتفاق سے بڑھیا کے ہاتھ آگیا بڑھیا نے اسے پیار کرتے کرتے اس کی چونچ کو دیکھا تو بولی، ہائے افسوس! چونچ اتنی بڑھ گئی ہے اور آگے سے ٹیڑھی بھی ہوگئی ہے، پھر اس کے نیچے دیکھے تو اسے اور افسوس ہوا کہ ناخن اتنے بڑھ گئے ہیں، بڑھیا نے قینچی لی، پہلے باز کی بڑھی ہوئی چونچ کاٹی، پھر اس کے نیچے ٹھیک کئے، پھر اس کے پر کاٹ کر درست کئے، اس کے بعد خوشی سے بولی! اب یہ کتنا پیارا لگتا ہے۔

رومیؒ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ بعض لوگ اچھی بھلی چیزوں کو نکما اور بے کار بنادیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اس کی اصلاح کردی ہے، یہی کچھ ہمارے ہاں اسلام سے کیا جارہا ہے، ایک طرف، اس کے اندر سے جہاد اور شوقِ شہادت نکالنے کی کوشش ہورہی ہے، دوسری طرف، رسوم پر زور دے کر اعمال کو روح سے بے گانہ بنایا جارہا ہے، جس سے مسلمانوں میں تنگ نظری، تعصب اور فرقہ پرستی پھیل رہی ہے، تیسری طرف، مسلمانوں کو قصے کہانیوں میں الجھایا جارہا ہے، جس کے نتیجے میں وہ حقیقت پسندی سے دور ہورہے ہیں۔

عورتوں میں بدزبانی کا عیب

ایک بزرگ تھے جن کو ان کی بیوی بہت ستاتی تھی یہاں تک کہ لوگوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ بیوی ان کو بہت دق کرتی ہے، بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت کو ایسی بیوی کو طلاق دے دینا چاہئے، فرمایا طلاق تو میرے بس میں ہے مگر یہ تو سوچو کہ اگر اس نے کسی اور سے نکاح نہ کیا تب تو یہ تکلیف اٹھائے گی اور اگر کسی اور سے نکاح کیا تو اس مسلمان کو تکلیف پہونچے گی، اس سے اچھا یہ ہے کہ میں ہی تکلیف اٹھالوں اور مسلمانوں کا وقایہ بن جاؤں کہ جب تک میں موجود ہوں کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف کیوں پہونچے؟ غرض عورتوں میں تو بدزبانی کا بڑا عیب ہے، مگر اس کے ساتھ صفت بھی ہے کہ ان کم بختی ماریوں کے دل میں خاوند کی محبت بے حد ہوتی ہے، جو موقع پر ظاہر ہوتی ہے۔

چنانچہ لکھنؤ کا ایک قصہ ہے کہ ایک بزرگ کی بیوی بہت ہی بدزبان تھی انہوں نے اس کی اصلاح کی تدبیریں کیں، کچھ نفع نہ ہوا، ایک دن انہوں نے کہا کم بخت تو بہت ہی بدقسمت ہے، کتنی دور سے میرے یہاں لوگ آتے ہیں اور ان کو نفع ہوتا ہے تو میرے یہاں کتنی مدت سے ہے مگر تجھے کچھ نفع نہیں ہوتا، بولی میں بدقسمت کیوں ہوتی میں تو بڑی خوش قسمت ہوں کہ ایسے بزرگ ولی اللہ کے پلے سے بندھی ہوں میری برابر کوئی ہو تو بولے، بدقسمت تم ہو کے تمہیں مجھ جیسی بری عورت ملی۔ یہاں بھی اللہ کی بندی زبان درازی سے نہ چوکی خاوند کو بدقسمت بناکر چھوڑا مگر اس بدتمیزی میں بھی اعتقاد ٹپکتا ہے کہ ان کو بزرگ اور ولی اللہ کہتی جاتی ہے، ان کا منشا ہی محبت۔

Scanned with CamScanner

نکاح - اصول وضوابط

قاضی محمد فیاض عالم قاسمی ممبئی

اعتدال کی حالت میں نکاح کرنا سنت ہے؛ حدیث میں ہے: النکاح من سنتی فقہا کرام نے حالات کے اعتبار سے نکاح کرنے اور نہ کرنے کے احکام بیان کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

فرض: اگر شہوت بہت زیادہ ہو حتی کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ کا یقین ہو، مہر اور نان ونفقہ ادا کرسکتا ہو، نیز بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو، تو ایسی صورت میں نکاح کرلینا فرض ہے۔

واجب: نکاح کرنے کا تقاضہ ہو، نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو، مہر اور نان ونفقہ ادا کرسکتا ہو نیز بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو، تو ایسی صورت میں نکاح کرلینا واجب ہے۔

سنت مؤکدہ: عام حالات میں یعنی مالی اور جسمانی حالت اچھی ہو، بیوی کے حقوق کو ادا کرسکتا ہو، بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو تو نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

مکروہ تحریمی: اگر نکاح کرنے کے بعد بیوی کے مالی یا صنفی حقوق ادا نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

حرام: اگر نکاح کرنے کے بعد بیوی کے مالی یا صنفی حقوق ادا نہ کرنے کا؛ یا عورت پر ظلم کرنے کا یقین ہو؛ یا نکاح کرنے کا مقصد بیوی پر ظلم کرنا ہو تو پھر نکاح کرنا حرام ہے۔ (البحر الرائق ۳/۸۴، الدر المختار علی رد المحتار: ۳/۶، فتاوی محمودیہ ۱۰/۴۷۲ پاکستان)

نکاح کرنے کے یہ درجات جس طرح مردوں کے لیے ہیں، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہیں۔ نکاح میں لڑکے کے اوپر مہر، ولیمہ مسنونہ اور مستقل طور پر بیوی کے نان ونفقہ کے اخراجات کے علاوہ کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہے؛ اس لیے صرف اس وجہ سے کہ ابھی زیادہ روپیہ پیسہ نہیں ہے، یا ولیمہ میں بھاری بھرکم خرچہ کرنے کی استطاعت نہیں ہے، نکاح نہ کرنا یا نکاح کو مؤخر کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ اگر نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں سخت گناہ ہوگا اور اپنے ذہن اور جسم وروح کے ساتھ ناانصافی بھی ہوگی۔

جہیز کا مطالبہ کرنا: لڑکے کا یا اس کے گھر والوں کی طرف سے کسی کا لڑکی سے یا اس کے گھر والوں میں سے کسی سے کسی بھی سامان کا یا کھانے کی دعوت کا صراحت کے ساتھ یا اشارہ وکنایہ میں یا رسم ورواج کی بنیاد پر مطالبہ کرنا جائز نہیں، سخت گناہ کی بات ہے اور مرد کی غیرت کے خلاف ہے۔ کپڑے، زیورات، اور گھریلو ساز وسامان کا انتظام کرنا سب مرد کے ذمہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی دوسرے کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر کسی کے لیے حلال نہیں۔ سماجی دباؤ میں آکر دینے کا مطلب یہ ہے کہ دینے والا یوں سمجھے کہ ہمارے یہاں اس موقع پر فلاں چیز دینے کی رسم ہے دینا ہی پڑے گا، اگر نہیں دیں گے تو لوگ کیا کہیں گے؟ اگر لڑکی ازخود کوئی سامان اپنے میکے سے لاتی ہے تو اس پر صرف اسی لڑکی کا حق ہے۔ مرد کو اس میں اپنا حق جتانا یا بیوی کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

حق مہر: نکاح کی وجہ سے بیوی کا مہر واجب ہوتا ہے۔ مہر کی مقدار کم از کم دس درہم یعنی تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام چاندی یا اس کی مالیت کا ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم مالیت میں اگر نکاح کیا جائے مثلاً پانچ سو روپے میں یا صرف ۷۸۶ روپے میں تو نکاح تو منعقد ہو جائے گا؛ مگر دس درہم کی مقدار کا ادا کرنا واجب ہوگا؛ تاہم متوسط طبقے کے لوگوں کے لیے مہر فاطمی یعنی ایک کلو پانچ سو تیس گرام نو سو ملی گرام چاندی متعین کرنا مستحب ہے۔ دین مہر کا بعد نکاح فوراً ادا کردینا بہتر ہے۔ اس کو مؤخر کرنا مناسب نہیں، علماء کرام کا مشورہ ہے کہ اس زمانہ میں سونے یا چاندی میں مہر متعین کرنا لڑکی کے حق میں مناسب ہے؛ اس لیے کہ افراط زر کے اس زمانہ میں سالوں گزرنے کے باوجود اس کی مالی حیثیت میں کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ سنت سے زیادہ قریب ہے؛ کیوں کہ دورِ نبوی میں عموماً سونے وچاندی سے مہر طے ہوتا تھا۔

ارکانِ نکاح: نکاح حرام کو حلال کرتا ہے؛ اس لیے اس کے ارکان اور شرائط کو بوقت نکاح ملحوظ رکھنا نہایت ہی ضروری ہے، ورنہ بعض دفعہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا ہے اور طویل عرصہ تک لڑکا لڑکی دونوں حرام کاری کرتے رہتے ہیں۔ نکاح کے ارکان ایجاب وقبول ہیں۔ پیغام دینے اور پیش کش کرنے کو ایجاب کہتے ہیں، خواہ لڑکے کی طرف سے ہو یا لڑکی کی طرف سے اور دوسرے کی طرف سے منظور کرلینے کو قبول کہا جاتا ہے۔

ایجاب وقبول کی شرائط: پہلی شرط: ایجاب وقبول کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو، مثلاً ایجاب جس مجلس میں ہوا اسی مجلس میں قبول ہو جائے ورنہ نکاح منعقد نہیں ہوگا، مثلاً اگر ایجاب وقبول کی جگہ بدل جائے یا کوئی ایک مجلس سے اٹھ جائے پھر قبول کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (بدائع الصنائع)

دوسری شرط یہ ہے کہ: (الف) ایجاب وقبول کا تلفظ کیا گیا ہو، یعنی اگر ایجاب وقبول کرنے والا بولنے پر قادر ہے اور دونوں مجلس میں موجود ہیں تو ایجاب وقبول کی منظوری زبان سے دینا ضروری ہے۔ مثلاً ایجاب یوں کرے "میں نے آپ سے اتنے مہر کے عوض نکاح کیا" اور قبول یوں کرے "ہاں میں نے قبول کیا" اگر ایجاب وقبول کے الفاظ لکھ دیے جائیں، یا صرف سر کو ہلا دیا جائے یا نکاح نامہ میں صرف دستخط کردیے جائیں تو ان صورتوں میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(ب) اگر نکاح کرنے والوں میں سے کوئی ایک مجلس میں موجود نہ ہو؛ مگر اس کی طرف سے اس کا ولی جس کو اس نے نکاح کرانے کی اجازت دے رکھی ہو یا وکیل جس کو اس نے نکاح کرانے کا وکیل بنایا ہو، موجود ہو تو وہ خود اس کی طرف سے ایجاب یا قبول کرے۔ مثلاً یوں ایجاب کرے "میں نے فلاں یا فلانہ کا نکاح آپ سے اتنے مہر کے عوض کیا" اور قبول اس طرح کرے "ہاں میں نے فلاں یا فلانہ کی طرف سے قبول کیا" یا قاضی ولی اور وکیل کا ترجمان بن کر اس کی موجودگی میں ایجاب کرے تو اس سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(ج) اگر کوئی ولی یا وکیل بھی موجود نہ ہو تو اگر کسی ایک نے ایجاب کو لکھ کر بھیجا اور دوسرے نے جس مجلس میں اس کو ایجاب کی تحریر پہونچی اسی مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں ایجاب کو پڑھ کر یا کسی سے پڑھوا کر زبان سے قبول کیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (ہندیہ:۱) تیسری شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے صیغے ماضی یا حال کے ہوں، مثلاً میں نے آپ سے نکاح کیا یا نکاح کرتا ہوں کہے، اسی طرح میں نے قبول کیا یا میں قبول کرتا ہوں، یا مجھے قبول ہے وغیرہ الفاظ کہے، پس اگر مستقبل کے صیغے استعمال کیے جائیں، مثلاً یوں کہا کہ نکاح کروں گا، قبول کروں گا یا ٹھیک ہے کرلوں گا وغیرہ تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ)

چوتھی شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کم از کم دو ایسے مسلمان عاقل وبالغ مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں ہو، جو فریقین کے ایجاب وقبول کے الفاظ کو سن سکیں؛ لہٰذا اگر دو گواہ نہیں ہیں یا گواہ تو ہیں؛ مگر مسلمان نہیں ہیں، یا صرف عورتیں ہیں، یا گواہ بالغ نہیں ہیں، یا عاقل نہیں ہیں تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

نکاح کرنے کے طریقے: نکاح کرنے کے چار طریقے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

اَصالتہً: یعنی نکاح کرنے والا خود ایجاب یا قبول کرے۔ مثلاً لڑکا یا لڑکی دونوں میں سے کوئی ایک دو گواہوں کی موجودگی میں دوسرے سے کہے کہ میں نے آپ سے اتنے مہر کے عوض نکاح کیا اور وہ کہے ہاں میں نے قبول کیا۔

اجازۃً: اگر لڑکا یا لڑکی بالغ ہو تو اس کی طرف سے اجازت یا وکالت کا ہونا ضروری ہے، ہمارے معاشرہ میں عموماً لڑکا اور لڑکی کے والدین، اولیاء وسرپرستان نکاح کراتے ہیں، یہ ایک بہتر اور مستحسن عمل ہے؛ کیوں کہ دونوں کے اولیاء اپنی اولاد کی دینی اور دنیاوی بھلائی دیکھ کر ہی نکاح کرائیں گے۔ اسی وجہ سے شریعت میں ولی کی اجازت کے بغیر کیے گئے نکاح کو ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنی بالغ اولاد کا نکاح ان کی رضامندی کے بغیر نہ کریں۔ کیوں کہ ازدواجی زندگی دونوں میاں بیوی کو گزارنی ہے؛ اس لیے ان سے اجازت لی جائے۔ اجازت کا مطلب یہ ہے کہ بالغ لڑکا یا لڑکی اپنے ولی مثلاً باپ، دادا، یا بھائی کو اس بات کی اجازت دے دے کہ آپ میرا نکاح فلاں سے کرادیں، یا جس سے چاہیں کرادیں، یا ولی اپنے بیٹے یا بیٹی سے اس بات کی اجازت لے لیں کہ وہ اس کا نکاح فلاں یا فلانہ سے کرانے جارہا ہے، واضح رہے کہ اگر باپ دادا نے کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی اور وہ خاموش رہی تو اس کا خاموش رہنا بھی اجازت کے حکم میں ہوگا۔ بہرحال ایسی صورت میں ولی کو بھی اپنے بالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح کرانے کا یعنی ایجاب یا قبول کرنے کا حق ہوگا۔ اجازت دیتے یا لیتے وقت بہتر ہے کہ دو گواہ بھی موجود ہوں۔

وکالۃً: یعنی نکاح کرنے والا لڑکا یا نکاح کرنے والی لڑکی کسی کو ایجاب وقبول کرنے کا زبانی یا تحریری طور پر وکیل بنادے، مثلاً یوں کہے یا لکھ دے کہ میں نے فلاں بن فلاں کو فلانہ بنت فلانہ سے یا فلاں بن فلاں سے اپنا نکاح کرانے کا وکیل بنادیا اور وکیل اس کی طرف سے ایجاب یا قبول کرے۔ مثلاً یوں ایجاب کرے کہ میں نے اپنے مؤکل یا مؤکلہ کو آپ کی زوجیت میں دیا یا میں نے اپنے مؤکل یا مؤکلہ کا نکاح آپ سے کیا۔ قبول اس طرح کرے کہ میں نے اپنے مؤکل یا مؤکلہ کی طرف سے قبول کیا۔

واضح رہے کہ وکیل یا بالغ اولاد کا ولی خود اپنی طرف سے کسی کو نکاح کرانے کی اجازت نہیں دے سکتا ہے اور نہ کسی کو وکیل بنا سکتا ہے؛ اگر کسی نے ایسا کرلیا یعنی ولی نے کسی کو نکاح کرانے کی اجازت دے دی یا کسی کو وکیل بنادیا یا وکیل نے خود کسی دوسرے کو وکیل بنادیا یا نکاح کرانے کی اجازت دے دی اور اس نے نکاح کردیا تو ایسی صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

ہاں دو صورتیں ایسی ہیں کہ نکاح منعقد ہو جائے گا: (۱) اسی مجلس میں ولی یا وکیل (اول) بھی موجود ہو، (۲) بعد نکاح جب لڑکی کو اس کی اطلاع ہوئی کہ فلاں نے میرا نکاح فلاں سے کردیا ہے تو وہ انکار نہ کرے تو اس کی خاموشی بھی دلالۃً ایجاب کے حکم میں ہوگی اور نکاح منعقد ہو جائے گا۔

خطبۂ مسنونہ: ایجاب وقبول سے پہلے خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ جس میں سورہ نساء کی پہلی آیت، سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۲، سورہ احزاب کی آیت نمبر ۷۰، ۷۱، اور سورہ حجرات کی آیت نمبر ۱۳۔ اسی طرح نکاح سے متعلق احادیث مثلاً "النکاح من سنتی" وغیرہ کا پڑھنا بہتر ہے۔

مجلسِ نکاح میں تقریر کرنا: مجلس نکاح میں اردو یا مادری زبان میں تقریر کرنا جس میں نکاح کی فضیلت، مسائل واحکام، اور میاں بیوی کے فرائض وحقوق کو بیان کرنا اور انھیں شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کرنا مناسب ہے۔

میاں بیوی کو مبارکباد دینا: نکاح کے بعد میاں بیوی کو دعا اور مبارک باد دینا سنت ہے، مبارکبادی کے الفاظ حدیث میں اس طرح منقول ہیں: بَارَكَ اللهُ لَكُمَا وَجَمَعَكُمَا فِي خَيْرٍ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس نکاح میں برکت دے اور تم دونوں میاں بیوی کو خیر میں جمع کردے۔

نکاح کا اعلان کرنا: حدیث میں ہے: کہ کھلے عام نکاح کرو، اس کو مسجد میں قائم کرو؛ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ فلاں اور فلانہ کے درمیان نکاح ہوا ہے۔

نکاح کا وقت: نکاح کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے؛ البتہ شوال کے مہینے میں اور جمعہ کے دن نکاح کرنا مستحب ہے؛ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شوال میں اور جمعہ کے دن نکاح کرنا منقول ہے۔ (الدر المختار علی رد المحتار)

ولیمہ کرنا: نکاح کے فوراً بعد چھوارے یا کوئی میٹھی چیز تقسیم کرنا مستحب ہے، اسی طرح نکاح کی خوشی میں ولیمہ کرنا بھی لڑکے کے لیے مستحب ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے اعزہ واقربہ کو اپنی وسعت کے مطابق کھانا کھلائے؛ بشرطے کہ کوئی نام ونمود نہ ہو اور فضول خرچی نہ ہو۔ کھانا کھلانے کے تعلق سے لڑکی یا اس کے گھر والوں پر کوئی چیز واجب یا مستحب نہیں ہے۔ ولیمہ کرنے کے نام پر لڑکے والے کا لڑکی والے سے کچھ مانگنا درست نہیں۔ اگر وسعت نہ ہو تو ولیمہ ہی نہ کرے؛ مگر دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔

نکاح نامہ کی حیثیت: نکاح نامہ کی حیثیت ایک دستاویز کی ہے، بعض دفعہ اس کی ضرورت پڑتی ہے؛ اس لیے نکاح نامہ تیار کرالینا بھی بہتر ہے؛ تاہم اس کے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

نکاح کا رجسٹریشن کرانا: متعلقہ دفتر میں جاکر نکاح کا رجسٹریشن کرالینا چاہیے؛ البتہ رجسٹریشن کیے بغیر بھی نکاح شریعت کی نظر میں صحیح ہو جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

اولاد کی تربیت میں والدین کا کردار

مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی

چند سال پہلے کی بات ہے، ہمارے ایک قریبی شناسا بزرگ کا انتقال ہوا، اگر چہ عالم نہیں تھے لیکن انتہائی دیندار اور تہجد گذار، نماز با جماعت اور تکبیر اولی تک کے پابند، ان کے کل چھ بچے تھے، انتقال سے پہلے وہ جس اذیت ناک کرب والم میں تھے اور اپنے بچوں سے متعلق فکر مند تھے اس میں ہم سب کے لیے عبرت تھی، ان کی تین بچیوں کی شادیاں ہوگئی تھیں لیکن لڑکے ابھی غیر شادی شدہ تھے، ان میں سے چھوٹے دو ان کے لیے بدنامی کا سبب بن گئے تھے اور پورے محلے اور گاؤں کے لوگ ان سے تنگ آ گئے تھے، وہ آخر تک رو رو کر یہ کہتے رہے کہ اے اللہ:۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے زندگی میں کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس کی وجہ سے مجھے آج یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہوں، ان کے ہم عمر بھی کہتے تھے کہ وہ بچپن ہی سے نیک اور صالح تھے، حرام وحلال کی ہمیشہ ان کو تمیز رہی، کبھی شراب وزنا اور جوے کے قریب بھی نہیں گئے۔

ایک طرف ان کے یہ مثبت حالات تھے تو دوسری طرف ان کی اولاد کی یہ منفی کیفیات، گتھی سلجھ نہیں رہی تھی، میں نے بھی اس پر بہت غور کیا، بالآخر اس سلسلہ میں ان کے ایک معاصر بزرگ نے میری مدد کی اور بات جلد ہی میری بھی سمجھ میں آ گئی، ان کے بزرگ ساتھی کا کہنا تھا کہ اپنی جوانی میں گھر سے مسجد جاتے ہوئے راستہ میں جب شریر لڑکوں کا ان کو سامنا کرنا پڑتا تو ان کو وہ طعنہ دیتے تھے کہ تمہیں کس بدمعاش باپ نے جنا ہے؟ کیا تمہارا باپ حرام کماتا ہے اور تمہیں کھلاتا ہے جس کی وجہ سے تم لوگوں کی یہ حالت ہوگئی ہے؟ کسی کے متعلق کوئی منفی، ناپسندیدہ اور ناقابل یقین بات سننے میں آتی تو وہ سب کے سامنے تبصرہ کرتے کہ کمینوں کی اولاد بھی کمینہ ہی ہوتی ہے، شریر بچوں کو دیکھ کر وہ برملا کہتے:۔ ان بچوں کے والدین نے بھی اپنی جوانی میں اس طرح کی حرکت کی ہوگی تبھی تو ان کی اولاد کی یہ حالت ہوگئی ہے، غرض یہ کہ کسی کو طعنہ دینے اور کسی کے گناہ پر عار دلانے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، مجھے ان کے متعلق یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ کی یہ حدیث فوراً یاد آ گئی کہ کوئی شخص کسی کو کسی گناہ پر عار دلاتا ہے تو مرنے سے پہلے خود اس گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے "من عيّر أخاه بذنب لم يمت حتىّ يعمله" آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہو جاؤ اللہ تعالی اس پر رحم کردے گا اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کرے گا، اسی طرح ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی ستر پوشی کرے گا اللہ تعالی اس کا عیب چھپائے گا۔

میں نے دل میں کہا کہ ان کی اولاد کا یہ عبرت ناک انجام جوانی میں ان کی اسی بداحتیاطی اور دوسروں کو عار دلانے کا نتیجہ ہوسکتا ہے، ان کے اسی بزرگ دوست نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں وہ بہت سخت واقع ہوئے تھے، ان کے کسی نازیبا فعل کو کبھی برداشت نہیں کرتے، ڈانٹتے، مارتے اور کبھی غصہ میں ان کو شیطان، ابلیس اور ملعون ومردود بھی کہہ دیتے، میں نے دل میں کہا کہ ضرور وہ قبولیت کی گھڑی رہی ہوگی تبھی تو اللہ نے ان کی اولاد کو اس ناگفتہ بہ حالت میں پہنچا دیا، اس لیے کہ جس طرح اولاد کے حق میں والدین کی دعا جلد قبول ہوتی ہے اسی طرح بددعا بھی والدین کی اپنی اولاد کے حق میں جلد اپنا اثر دکھاتی ہے، اسی لیے کبھی بھول کر غلطی سے بھی غصہ وجوش میں اپنی اولاد کو ڈانٹنے میں غلط ناموں سے نہیں پکارنا چاہیے مبادا وہ قبولیت کا وقت ہو اور اس کا اثر ظاہر ہو جائے۔

میرے دل میں یہ بات بھی آئی کہ اگر انھوں نے اپنی اولاد کے حق میں پابندی سے اللہ تعالی کی سکھائی ہوئی یہ قرآنی دعا کی ہوتی تو شاید ان کو یہ دن دیکھنے کو نہیں ملتے کہ اے اللہ ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بنیں اور ہمیں تقوی والوں کا امام بنا۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔

تصویر کا دوسرا رخ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا نام نامی اسم گرامی ہم میں سے کس نے نہیں سنا ہے، اللہ تعالی نے آپ سے دین کا وہ کام لیا جس کی نظیر ماضی قریب کی اسلامی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے، آپ کو اللہ تعالی نے دنیا ہی میں اپنے بندوں کے درمیان غیر معمولی محبوبیت اور مقبولیت عطا فرمائی تھی، عنداللہ بھی آپ کے مقبول ومحبوب ہونے کے دسیوں قرائن پائے جاتے تھے، جمعہ کے دن، روزہ کی حالت میں، عین نماز جمعہ سے قبل، سورہ یس کی تلاوت کرتے ہوئے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، دنیا کے تقریباً تمام براعظموں اور اہم ممالک میں آپ کی نماز غائبانہ ادا کی گئی، رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو حرم مکی ومدنی یعنی بالترتیب حرم شریف اور مسجد نبوی میں ستائیس لاکھ وپندرہ لاکھ سے زائد اللہ کے بندوں نے آپ کی نماز غائبانہ ادا کی اور آپ کی مغفرت ورفع درجات کے لیے اللہ سے دعائیں کیں، اس طرح کی عنداللہ محبوبیت وقبولیت دنیا میں بہت ہی کم بندوں کے حصہ میں آتی ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچپن میں پڑھنے میں نہ بہت ذہین تھے اور نہ بہت چست وچالاک، آپ کی علمی صلاحیت بھی مدرسہ میں عام اور درمیانی درجہ کے طالب علم کی تھی، اس کے باوجود آپ سے اللہ تعالٰی نے دین کا جو کام لیا وہ حیرت انگیز بھی تھا اور تعجب خیز بھی، حضرت مولانا سے جب ان کو حاصل ہونے والی اس توفیق خداوندی کے اسباب ومحرکات کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپ بیان کرتے کہ اللہ نے ہمارے لیے مقدر دین کی اس خدمت میں ہماری والدہ ماجدہ مرحومہ کی خصوصی دعاؤں کا بڑا حصہ رکھا تھا اور یہ اسی کی برکت تھی آپ کی والدہ بڑی عابدہ، زاہدہ اور ذاکرہ تھی، ۳۹ سال کی عمر میں انتقال ہوا، وہ اپنی وفات تک ہمیشہ روزانہ دو رکعت صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنے اس بیٹے کے لیے دعا کرتی تھی کہ اے اللہ:۔ میرے نور نظر علی سے کوئی غلط کام نہ ہو، زندگی کے ہر موڑ پر اے اللہ تو ہی اس کی صحیح رہنمائی فرما، اس قابل رشک والدہ نے اپنے اس بیٹے کو وصیت کی تھی کہ علی! تم روزانہ اپنے معمولات میں اس دعا کو شامل کرنا کہ اے اللہ تو مجھے اپنے فضل سے اپنے نیک بندوں کو دیے جانے والے حصوں میں سے افضل ترین حصہ عطا فرما: اَللّٰهُمَّ آتِنِي بِفَضْلِكَ أَفْضَلَ مَا تُؤْتِي عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ آپ کی والدہ نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر انھوں نے خود اپنی وفات سے قبل دیکھی، خواب یہ تھا کہ ہاتف غیبی نے ان کی زبان پر قرآن کی اس آیت کو جاری کردیا ہے کہ ہم نے تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے جو مخفی خزانہ چھپا کر رکھا ہے اس کا تمھیں اندازہ نہیں۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ

مولانا کی انھوں نے اس طرح تربیت فرمائی تھی کہ ان سے اگر کسی خادم یا ملازمہ کے بچہ پر بھی زیادتی ہوتی تو نہ صرف اپنے سامنے بلا کر اسی وقت معافی منگواتی بلکہ ان سے مار بھی کھلاتیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ بچپن ہی سے مولانا کو ظلم اور غرور وتکبر سے نفرت اور کسی کی دل آزاری سے وحشت ہوگئی، عشاء کی نماز پڑھے بغیر اگر سو جاتے تو اٹھا کر نماز پڑھواتی، صبح کو جماعت کے ساتھ نماز کے لیے بھیجتی، فجر بعد کبھی تلاوت کا ناغہ نہیں ہونے دیتی۔

مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیں تو شاید ہی ہم میں سے دو فیصد والدین اس کے مطابق اپنے کو پائیں، روزانہ صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنی اولاد کے لیے دعا مانگنا تو دور کی بات زندگی بھر میں اللہ تعالی سے اپنی اولاد کی نیک نامی اور صلاح مانگنے کے لیے ہم نے ایک بار بھی صلاۃ الحاجۃ نہیں پڑھی ہوگی جب کہ اللہ نے ہمیں اپنی اولاد کی بھلائی ونیک نامی کے لیے مانگنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے اور اس کے آداب بھی بتائے ہیں، ہماری اپنی اولاد کے بگڑنے، بات نہ ماننے، اسی طرح ان کی شرارت پر ہم پریشان ہوتے ہیں، دوسروں سے شکایت کرتے، ان کو سزا دلواتے ہیں، طرح طرح کے حربے اس کے لیے استعمال کرتے ہیں، پھر بھی بچہ ہے کہ سدھرنے کا نام نہیں لیتا اور اس کی حالت بدلتی ہمیں نظر نہیں آتی، لیکن کیا کبھی ہم منٹوں میں دلوں کے بدلنے کا اختیار رکھنے والے اپنے کریم آقا اور رحیم مولیٰ کے سامنے اس کے لیے دستِ دعا پھیلا کر بچہ کا نام لے کر التجا کی ہے کہ اے اللہ:۔ تو اس کی اصلاح فرمادے، ہم میں سے اکثر کا جواب نفی ہی میں ہوگا۔

آیئے آج سے ہم اس مجرب نسخہ کو کیوں نہ آزمائیں اور اس کا فوری اثر بھی اپنی اولاد میں محسوس کریں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کے لیے تم مجھ سے اس طرح مانگو کہ اے اللہ:۔ ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہمیں متقین کا امام بنا۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۔ اے اللہ:۔ خود مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی، اے اللہ:۔ تو ہی ہماری اس دعا کو قبول فرما۔ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاء

معزز قارئین:۔ آیئے! عہد کرتے ہیں آج سے کم از کم ہم ہفتہ میں ایک بار صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنی اولاد کا نام لے کر اللہ تعالٰی سے دعا کریں گے اور مذکورہ بالا دعاؤں کی پورے استحضار کے ساتھ اگر چند دن بھی پابندی کریں گے تو ان شاء اللہ امید ہے کہ کچھ ہی دنوں میں اپنی اولاد میں اس کے مثبت اثرات محسوس کریں گے اور آپ اور ہماری اولاد نہ صرف ہمارے لیے بلکہ پورے ملت کے لیے نیک نامی کا ذریعہ بنے گی۔

اب تک وہیں کھڑا ہوں جہاں سے چلا تھا میں

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

اصلاح معاشرہ۔۔۔ کا خوبصورت لفظ آج نہ جانے کتنے حلقوں میں بار بار استعمال ہورہا ہے اور نہ جانے کتنی انجمنیں اور جماعتیں اسی مقصد کے لئے قائم ہیں، روزانہ کتنے جلسے اور اجتماعات اسی کام کے لئے ہورہے ہیں، حکومت کی سطح پر بھی "اصلاح معاشرہ مہم وکام سدھار" کے اعلانات وقتاً فوقتاً سننے میں آتے رہے ہیں، لیکن ان سب کے باوجود نتائج کو دیکھئے تو حالت یہ ہے کہ

چل چل کے پھٹ چکے ہیں قدم اس کے باوجود
اب تک وہیں کھڑا ہوں جہاں سے چلا تھا میں

سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ ساری اجتماعی کوششیں اتنی رائیگاں کیوں جارہی ہیں؟ اصلاح حال کی کوئی جدوجہد کامیاب کیوں نہیں ہوتی؟ کیا (معاذ اللہ) قرآن کریم کا وعدہ جھوٹ ہوسکتا ہے کہ "جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کریں گے ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے"، کیا اللہ پاک نے یہ وعدہ نہیں فرمایا کہ "اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو ہم تمہاری مدد کریں گے؟" ظاہر ہے کہ اللہ پاک کے یہ وعدے غلط نہیں ہوسکتے۔ زمین وآسمان اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں، لیکن اللہ پاک سے وعدہ خلافی کا صدور ممکن نہیں۔

لہذا اس صورت حال سے ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "اصلاح معاشرہ" کے نام پر کی جانے والی ان کوششوں کا رخ صحیح نہیں ہے، ان کوششوں میں وہ صفات نہیں پائی جاتیں جو اللہ جل شانہ کی رحمت ونصرت کو متوجہ کرسکیں، اگر ہماری یہ کوششیں صدق واخلاص کے ساتھ صحیح رخ پر اور درست سمت میں ہوتیں تو ممکن نہیں تھا کہ اللہ جل شانہ کی مدد شامل حال نہ ہوتی، اور ان کے بہتر نتائج برآمد نہ ہوتے۔

اگر اس نقطہ نظر سے ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو حقیقت یہ نظر آئے گی کہ اصلاح معاشرہ کے نام پر کی جانے والی یہ کوششیں اتنے عیوب ونقائص سے پر اور اصلاح کے لوازم سے اتنی عاری ہیں کہ ان کو صحیح معنی میں اصلاح کی کوشش کہنا ہی غلط ہے۔

مثلاً ہمیں ان کوششوں میں یہ بات تقریباً مشترک نظر آتی ہے کہ ہر جگہ اصلاح کا آغاز دوسروں سے کرنے کی فکر ہے، اصلاح حال کے لئے ہمارا ہر وعظ ہماری ہر نصیحت اور ہماری ہر اپیل دوسروں کے لئے ہے، اور ہم چاہتے ہیں کہ معاشرے کے چلتے ہوئے نظام میں ہر مشکل تبدیلی دوسرے کے گھر سے شروع ہو اور یہ خیال شاذ ونادر ہی کسی کو آتا ہے کہ زندگی میں تبدیلی لانے کا فریضہ ہم پر بھی عائد ہوتا ہے اور جس اصلاحی کوشش کی شروعات ہی اس نقطہ نظر سے ہو اس کا انجام وہی کچھ ہوسکتا ہے جو ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر میں جو دلکش انقلاب برپا فرمایا اور تیئس سال کی مختصر مدت میں معاشرے کی کایا پلٹ کر رکھ دی، اس کا طرز انداز ہمارے اس طرز عمل کے بالکل برعکس تھا، وہاں ہر اصلاح کا آغاز سب سے پہلے اپنی ذات، اپنے گھر اور اپنے خاندان سے ہوتا تھا، وہاں زبانی وعظ ونصیحت سے زیادہ سیرت وکردار اور عملی زندگی کے ذریعہ دوسروں کو دعوت دی جاتی تھی، وہاں اچھے اور برے کو ناپنے کے لئے الگ الگ پیمانے نہیں تھے، وہاں اصلاح معاشرہ کی مہم معاشرے میں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لئے نہیں چلائی جاتی تھی بلکہ اس کا منشاء واقعتاً دردوسوز کے ساتھ لوگوں کی صلاح وفلاح کی فکر ہوتی تھی، اسی کا نتیجہ تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

روس ہندوستان کے ساتھ کثیر جہتی دوطرفہ تعاون کے لیے تیار ہے: پوتن

روس کے صدر ولادیمیر پوتن نے کہا ہے کہ ان کا ملک ہندوستان کو دنیا کے ایک آزاد اور مضبوط مرکز کے طور پر دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ کثیر جہتی دوطرفہ تعاون کو آگے بڑھانا چاہتا ہے۔وزارت خارجہ کے بورڈ سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر پوتن نے کہا کہ روس ہندوستان کے ساتھ تعلقات میں یکساں رویہ رکھتا ہے اور دونوں ممالک خاص طور پر مراعات یافتہ اسٹریٹجک شراکت دار ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہم حقیقی معنوں میں کثیر جہتی دوطرفہ تعاون کے حق میں ہیں۔ہم ہندوستان کو دنیا کا ایک آزاد، مضبوط مرکز سمجھتے ہیں اور ایک مشترکہ خارجہ پالیسی کے فلسفے اور ترجیحات کا اشتراک کرتے ہیں۔روسی صدر کا یہ تبصرہ دسمبر کے اوائل میں وزیر اعظم نریندر مودی کے ساتھ سالانہ دوطرفہ سربراہی اجلاس سے پہلے آیا ہے۔چین کے ساتھ تعلقات کے بارے میں مسٹر پوتن نے بتایا کہ ہمارے کچھ مغربی شراکت دار کھلے عام روس اور چین کے درمیان دراڑ پیدا کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ہم اس سے بخوبی واقف ہیں۔اپنے چینی دوستوں کے ساتھ مل کر ہم اپنے سیاسی، اقتصادی اور دیگر تعاون کو وسعت دے کر اور عالمی میدان میں ہم آہنگی کے لیے اقدامات کرتے ہوئے ایسی کوششوں کا جواب دیتے رہیں گے۔افغانستان کی صورتحال پر مسٹر پوتن نے کہا کہ افغانستان کو خاص طور پر امریکی انخلاء کے بعد سنگین چیلنجوں کا سامنا ہے۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ افغانستان کی موجودہ صورتحال روس کی جنوبی سرحدوں پر سیکیورٹی کو یقینی بنانے کے لیے اضافی اقدامات کی ضرورت ہے۔

مسٹر پوٹن نے شنگھائی تعاون تنظیم (ایس سی او) اور بریکس (برازیل، روس، ہندوستان، چین اور جنوبی افریقہ) کے ساتھ تعلقات کو مضبوط بنانے پر بھی زور دیا۔(یواین آئی)

امارت اسلامیہ افغانستان کی حکومت خواتین کی تعلیم کے خلاف نہیں: افغان وزیر تعلیم

افغانستان کے قائم مقام وزیر تعلیم نور اللہ منیر نے کہا ہے کہ طالبان حکومت خواتین کی تعلیم کی مخالف نہیں ہے اور وہ موجودہ نصاب میں تبدیلی کرکے اسے اسلامی کردار دے گی۔منیر نے باختر نیوز ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ تعلیم ہر لڑکی کا اسلامی اور قانونی حق ہے۔اگرچہ انہوں نے نئے اسلامی نصاب کی تفصیل نہیں بتائی۔(یواین آئی)

سعودی عرب اور چین کا ہائیڈروجن توانائی شعبہ میں تعاون کا فیصلہ

مملکت سعودی عرب کے فرمانروا شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی زیر صدارت سعودی کابینہ کا ورچول اجلاس منعقد ہوا۔سعودی میڈیا کے مطابق ریاض میں ہونے والے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ سعودی عرب اور چین ہائیڈروجن توانائی شعبہ میں تعاون کریں گے،اس سلسلے میں سعودی کابینہ نے چین کے ساتھ مفاہمتی یادداشت پر دستخط کا اختیار وزیر توانائی کو تفویض کیا ہے۔سعودی میڈیا کے مطابق اجلاس میں کابینہ ارکان کو دوست ممالک سے مذاکرات اور ملاقاتوں کے نتائج سے بھی آگاہ کیا گیا۔(یواین آئی)

روس کی ثالثی میں آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان جنگ بندی پر اتفاق

روس کی ثالثی میں آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان جنگ بندی پر اتفاق ہوگیا ہے۔آرمینیا کی راجدھانی یریوین سے آرمینیا کی وزارت دفاع کے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ روس کی ثالثی میں جنگ بندی پر اتفاق ہوگیا ہے،آرمینیا کی مشرقی سرحد پر صورتحال اب نسبتاً مستحکم ہے۔رپورٹس کے مطابق آذربائیجان اور آرمینیا کی افواج کے درمیان گزشتہ روز جھڑپیں ہوئی تھیں۔(یواین آئی)

سوڈان: مظاہرین اور سیکورٹی فورسز میں خونی جھڑپ، 15 افراد ہلاک

سوڈان میں فوجی کونسل کے اقدامات کے خلاف بدھ کے روز احتجاج کرنے والے مظاہرین اور سیکیورٹی فورسز کے درمیان جھڑپوں کے دوران کم سے کم 15 افراد کی ہلاکت کی اطلاعات ہیں۔سنٹرل ڈاکٹرز کمیٹی نے سوڈان میں گزشتہ روز ہونے والے مظاہروں کے نتیجے میں 15 افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے۔

دوسری طرف امریکی وزیر خارجہ انٹنی بلنکن نے بین الحکومتی اتھارٹی برائے ترقی (آئی جی اے ڈی) کے سکریٹری جنرل سے نیروبی میں ملاقات کی۔(یواین آئی)

تعلیم و روزگار

کسان ہمیں معاف کریں، تینوں زرعی قوانین واپس ہوں گے ، مشتعل کسان گھر واپس ہوں: مودی

پہلے سکھ گرونانک دیو کے ۵۵۲ ویں یوم پیدائش کے موقع پر وزیر اعظم نریندر مودی نے ان کسانوں سے معافی مانگی جو ایک سال سے زیادہ عرصے سے احتجاج کررہے ہیں اور تین متنازعہ زرعی قوانین کو واپس لینے کا اعلان کیا،ساتھ ہی احتجاج کرنے والے کسانوں سے گھر واپس ہونے کی اپیل کی۔جمعہ کی صبح قوم کے نام ایک پیغام میں وزیر اعظم نریندر مودی نے کہا کہ آج ہم وطنوں سے معافی مانگتے ہوئے میں سچے دل اور صاف دل سے کہنا چاہتا ہوں کہ شاید ہماری تپسیا میں کوئی کمی رہ گئی ہوگی۔جس کی وجہ دیئے کی روشنی جیسی سچائی کو ہم بھائیوں کو سمجھا نہیں پائے۔آج گرونانک دیو جی کی روشنی کا مقدس تہوار ہے۔یہ وقت کسی پر الزام لگانے کا نہیں ہے۔آج میں آپ کو اور پورے ملک کو بتانے آیا ہوں کہ ہم نے تینوں زرعی قوانین کو واپس لینے کا فیصلہ کیا ہے،اس ماہ کے آخر میں شروع ہونے والے پارلیمنٹ کے اجلاس میں،ہم ان تینوں زرعی قوانین کو منسوخ کرنے کے لیے آئینی عمل کو مکمل کریں گے۔انہوں نے مشتعل کسانوں پر زور دیا کہ وہ گروپرو کے موقع پر ایجی ٹیشن ختم کریں اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ تہوار منائیں اور کھیتوں میں کام شروع کریں۔انہوں نے کہا کہ میں اپنے تمام احتجاج کرنے والے کسان ساتھیوں سے درخواست کررہا ہوں،آج گروپرو کا مقدس دن ہے۔اب تو اپنے گھروں کو لوٹ جائیں،اپنے کھیتوں میں لوٹ جائیں،اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جائیں۔آیئے ایک نئی شروعات کریں۔آیئے نئے سرے سے آگے بڑھیں۔(یواین آئی)

تعلیمی قرض کے لیے ضروری دستاویزات کیا ہیں

طلبہ کو ان کے تعلیمی خوابوں کو پورا کرنے کے لیے ہندوستان میں سرکردہ بینکوں کی طرف سے تعلیمی قرض کی پیشکش کی جاتی ہے۔تعلیمی قرض کی شرح سود 6.75 فیصد سالانہ سے شروع ہوتی ہے۔15 سال تک کے قرض کی مدت کے ساتھ ہندوستان اور بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کے لیے تعلیمی قرضے پیش کیے جاتے ہیں۔تعلیمی قرض کے لیے کون سے کورسز دستیاب ہیں اور اس کے کون کونسے دستاویزات ضروی ہیں؟اس کا فیصلہ قرض دہندہ کرے گا۔آپ نرسری سے شروع ہونے والی تعلیم کے لیے تعلیمی قرض حاصل کرسکتے ہیں۔اعلیٰ تعلیم کے لیے بھی آپ کو تعلیمی قرض مل سکتا ہے۔تعلیمی قرض (Education Loan) حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل دستاویزات کا ہونا ضروری ہے، جو زیادہ تر قرض دہندگان پوچھتے ہیں اور ان کے بغیر قرض کی حصولیابی مشکل ہے۔(۱) تعلیمی ادارے سے داخلہ لیٹر (۲) مارک شیٹس (پچھلی تعلیم-اسکول/کالج) (۳) عمر کا ثبوت (۴) شناختی ثبوت (۵) پتہ کا ثبوت (۶) دستخطی ثبوت (۷) بینک اکاؤنٹ کا تازہ اسٹیٹمنٹ (۸) آمدنی کے حساب کے ساتھ ITR (9) آڈٹ شدہ بیلنس شیٹ (۱۰) دستخط کے ساتھ مکمل درخواست فارم (۱۱) پاسپورٹ سائز کی تازہ ترین تصاویر۔اگر بیرون ملک تعلیم کے لیے قرض لینا ہے تو بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے کے لیے موزوں ویزا اور پاسپورٹ دستاویزی چارجز قرض دہندہ کے ذریعہ لگائے جاسکتے ہیں۔

تعلیمی قرض میں شامل اخراجات کی فہرست

تعلیمی قرض میں شامل اخراجات کی فہرست میں ان اخراجات کو بھی شامل کیا گیا ہے:(۱) ٹیوشن فیس (۲) ہاسٹل فیس (۳) کتابیں/سامان/آلات/یونیفارم کی قیمت (۴) امتحان/لیبارٹری/لائبریری کی فیس

تعلیمی قرض کے تحت آنے والے کورسز کی فہرست

(۱) نرسری سے بارہویں:(۲) UGC/IMC/AICTE/حکومت کے تحت منظور شدہ یونیورسٹیوں یا کالجوں کے ذریعے گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کورسز (تکنیکی/پیشہ ورانہ/ڈپلومہ) (۳) خود مختار اداروں جیسے IIT/IIM وغیرہ کے زیر انتظام باقاعدہ ڈگری/ڈپلومہ کورسز (۴) باقاعدہ ڈگری یا ڈپلومہ کورسز جیسے کہ پائلٹ ٹریننگ، ایروناٹیکل، شپنگ، اور مزید جو ڈائریکٹر جنرل آف سول ایوی ایشن/شپنگ/دیگر ریگولیٹری اتھارٹی سے منظور شدہ ہیں (۵) گریجویشن/پوسٹ گریجویشن/ڈپلومہ کے لیے ملازمت پر مبنی کورسز (پیشہ ورانہ/تکنیکی) جیسے کہ معروف تعلیمی اداروں کی طرف سے پیش کیے جانے والے MBA/MCA/MS، چارٹرڈ انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اکاؤنٹنٹس (CIMA) -لندن یا سرٹیفائیڈ پبلک اکاؤنٹنٹ (CPA) امریکہ کے ذریعے کرائے جانے والے کورسز (بحوالہ نیوز۔۱۸ اردو)

زرعی قوانین کی واپسی کا اعلان منظّم جہد مسلسل کی فتح: مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

امیر شریعت نے پارلیمانی سیشن میں سی اے اے کی واپسی کا مطالبہ کیا، عدالت عظمیٰ سے جلد از جلد فیصلہ کی اپیل کی

’’اگر منظّم اور متحد ہوکر، صبر و استقامت کے ساتھ جہد مسلسل ہو تو کامیابی مل سکتی ہے۔کسانوں کے پر امن احتجاج اور ان کے اتحاد و تنظیم اور صبر کا پھل آج مل گیا۔زرعی قوانین کی واپسی کا اعلان درحقیقت اسی جہد مسلسل، اتحاد اور استقامت و صبر کی فتح کا ثبوت ہے۔زرعی قوانین پر حکومت کا یوٹرن اس کی دلیل ہے کہ جمہوری طریقے سے اپنی بات منوائی جاسکتی ہے جس سے جمہوریت کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔اب حکومت کو چاہیے کہ عوام کی آواز سنتے ہوئے سی اے اے کو بھی پارلیمنٹ کے آئندہ سیشن میں واپس لے، نیز این پی آر کی متنازعہ شقوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کرے۔‘‘

زرعی قوانین کی واپسی کے اعلان پر ان خیالات کا اظہار حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے کیا۔انھوں نے سماجی تنظیموں اور وکلاء و دانشوران سے اپیل کی کہ وہ اس سلسلے میں مضبوط آواز اٹھائیں۔امیر شریعت نے مزید کہا کہ زرعی قوانین پر بیک فٹ پر جانے سے حکومت کو سبق لینا چاہیے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو سیکولرزم، آئین اور عوام کے خلاف ہو۔جمہوریت میں حکومت عوام کی ہوتی ہے،عوامی جذبات کا خیال رکھنا اور ان کے حقوق کی پاسداری جمہوری قدروں کو مضبوط کرتی ہے۔

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی نے فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اور کسانوں کو مبارکباد دیتے ہوئے حکومت سے اپیل کی کہ جس طرح عوامی دباؤ میں آکر اس نے زرعی قوانین کی واپسی کا اعلان کیا ہے، اسی طرح آئندہ ہونے والے پارلیمانی سیشن میں سی اے اے کو بھی واپس لے، نیز این آر سی کے نہ کرنے کا باضابطہ تحریری اعلان کرے، اپنے متضاد بیانات کی ایوان میں وضاحت کرے۔اور این پی آر کی متنازعہ شقوں کو حذف کرے۔یہ مطالبہ ممتاز ماہرین قانون، وکلاء، نمائندہ تنظیموں عوام اور تمام مذاہب کی نمائندہ شخصیتوں نے بارہا کیا ہے۔انھوں نے کہا کہ سی اے اے کے خلاف ملک گیر اور وسیع اور پرامن احتجاج کی گونج پوری دنیا میں سنی گئی۔ایسی قانون سازی سے بچنا چاہیے جو جمہوری اقدار کے خلاف ہو۔مذہب کی بنیاد پر قانون سازی نہیں ہوسکتی۔یہ آئین اور سیکولر اقدار دونوں کے خلاف ہے۔نیز عوام کو پریشانی میں ڈالنے والا اقدام ہے۔جب کہ سیکولر اقدار کا تحفظ حکومت کا آئینی فرض ہے۔حکومت اپنا یہ فریضہ ادا کرے۔

امیر شریعت نے عدالت عظمیٰ سے بھی اپیل کی کہ آئینی روح، سیکولر اقدار اور عوامی جذبات کا خیال رکھتے ہوئے جلد از جلد سی اے اے پر فیصلہ سنائے۔

Scanned with CamScanner

رحمانی 30 نے میڈیکل (NEET) کے مقابلہ جاتی امتحان میں صد فیصد کامیابی حاصل کی

لاک ڈاؤن کے درمیان دیگر اداروں کے طرح رحمانی 30 کو بھی مختلف چیلنجز کا جب سامنا ہوا اور حضرت امیر شریعت سابع مولانا محمد ولی صاحب رحمانی علیہ الرحمہ کے سامنے ان مشکلات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پریشانیاں جیسی بھی ہوں، ہمارا کام یہ ہے کہ اپنی جانب سے پوری طاقت وتوانائی صرف کردیں، نتیجہ دینا اللہ کا کام ہے۔اور پھر جب اِس بات پرعمل کرتے ہوئے مشکلات کے باوجود تعلیم کو جاری رکھا گیا تو الحمد اللہ رحمانی 30 نے میڈیکل (NEET) میں تاریخ ساز کامیابی حاصل کی۔محمد ضیاء بلال صوبہ بہار کے ٹاپر رہے، آل انڈیا کٹیگری رینک کے تیسرے پائیدان پر رہتے ہوئے انھوں نے آل انڈیا رینک 19 حاصل کیا۔اس کے علاوہ پورے ہندوستان میں مسلم طلبہ میں بھی وہ سب سے نمایاں مقام پر رہے۔رحمانی 30 بنگلور کی طالبہ پی ایچ سعدیہ بھی میڈیکل (NEET) میں شاندار کامیابی حاصل کرتے ہوئے اپنے صوبہ منی پور میں دوسرے مقام پر رہیں۔یقیناً رحمانی 30 کے لیے یہ ایک کامیاب ترین سال رہا ہے۔

واضح رہے کہ میڈیکل (NEET) میں 165 طلبہ وطالبات نے شرکت کی تھی جس میں تمام طلبہ نے کامیابی حاصل کی، جب کہ پینتیس طلبہ نے 600 سے زائد نمبرات حاصل کیے۔جو کہ ایک بہت بڑی حصولیابی ہے۔اس کے علاوہ 77 طلبہ وطالبات نے پانچ سو پچاس سے زائد حاصل کیا۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد ان شاء اللہ MBBS کی سیٹ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگی۔یقیناً یہ کامیابی مسلم طلبہ وطالبات کے لیے روشن مستقبل کی ایک شاندار ضمانت ہے۔

میڈیکل کے علاوہ رحمانی 30 کے طلبہ وطالبات نے انجینئرنگ میں انڈر گریجویٹ داخلے کے دنیا میں سب سے سخت گیر امتحان میں سے ایک JEE-ADVANCE میں کووڈ کے باوجود شاندار کامیابی حاصل کی ہے.

COVID-19 کے اس عالمی وبا کے دوران بھی ان بہترین نتائج سے رحمانی پروگرام آف ایکسیلنس (رحمانی 30) کی پوری ٹیم ہمت افزا اور مطمئن ہے . رحمانی پروگرام آف اکسلنس کے ذمہ داروں نے دونوں لاک ڈاؤن میں آن لائن کلاسیز اور ٹیسٹ کا نظام جاری رکھا، طلبہ کے ساتھ صبح وشام بے پناہ محنت کی گئی .حالاں کہ ان تمام تر محنتوں کے باوجود طلبہ کی کارکردگی اور بہتر ہوتی اگر وسائل کی کمی جیسے کہ کمپیوٹر، مستحکم انٹرنیٹ، بجلی کی موجودگی، وغیرہ کا اور بہتر نظام ہوتا، ان وجوہات کی وجہ سے کامیابی کا یہ عمل اور مشکل بن گیا تھا۔مذکورہ بالا سہولیات کے ساتھ کارگردی کو اور بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

رحمانی پروگرام آف اکسلنس ملک کے کئی شہروں میں کام کر رہا ہے جیسے پٹنہ، جہان آباد (بہار) اورنگ آباد، خلد آباد (مہاراشٹر) حیدر آباد اور بنگلور میں ملک کے متعدد صوبوں کے علاوہ خلیج ممالک میں رہنے والے این آر آئی طلبہ وطالبات بھی پوری محنت کے ساتھ میڈیکل وانجینئرنگ کی تیاری میں مصروف ہیں۔

رحمانی پروگرام آف اکسلنس (رحمانی 30) اپنی سرپرست تنظیم رحمانی فاؤنڈیشن کے ساتھ بہت مؤثر انداز میں کمیونٹی کی تعلیمی ناامیدی کو امید اور یقین میں بدل رہا ہے، ہر گزرتے سال کے ساتھ یہ اپنے سیکھنے کے طریقہ کار کو مؤثر بنا رہا ہے۔حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی سرپرست رحمانی 30 نے کہا کہ یقیناً یہ سب مفکر اسلام امیر شریعت سابع حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی علیہ الرحمہ (بانی رحمانی 30) کی دعاؤں کی قبولیت اور مسلم طلبہ وطالبات کے لیے دیکھے گئے خواب کی تعبیر ہے۔جناب انجینئر فہد رحمانی (سی ای او رحمانی 30) نے کہا کہ یقیناً یہ کامیابی جناب ابھیانند جی سابق ڈی جی پی بہار کی انتھک محنت ورہنمائی، سینئر لیڈرشپ، فیکلٹی، مینجمنٹ ودیگر عملہ کے ساتھ طلبہ اوران کے گارجین کے درمیان مقصد کی شناسائی اور باہمی تعاون ہی کی وجہ سے ممکن ہوسکی ہے۔انھوں نے کہا کہ اگر ہم سب کا باہمی تعاون نہ ہوتو ایسی تاریخ ساز کامیابی کا حصول ہرگز ممکن نہیں۔

امارت سکینڈری / میٹرک پریپ پروگرام 2021-22 کی افتتاحی تقریب اور کورس کا آغاز

عصری تعلیم کے فروغ واشاعت میں امارت شرعیہ نے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے دسویں بورڈ) سی بی ایس ای، آئی سی ایس سی اور بہار اسکول اگزامینیشن بورڈ (کے امتحان کی تیاری کے لیے امارت سکینڈری/ میٹرک پریپ پروگرام کا آغاز کیا ہے۔جہاں ماہر اساتذہ کے ذریعہ دسویں بورڈ کی تیاری کرائی جائے گی، اس پروگرام کی مانیٹرنگ رحمانی تھرٹی اور دوسرے اس طرح کے کامیاب اداروں کے ذریعہ کی جائے گی، جسے کوچنگ کے میدان میں بڑا لمبا تجربہ ہے اور انجیئر نگ اور میڈیکل کی تیاری کے باب میں اس نے پورے ملک میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔مورخہ 11 نومبر کو اس پروگرام میں داخلہ کے لیے طلبہ و طالبات کا داخلہ امتحان(Entrance Test) لیا گیا تھا۔مورخہ 14 نومبر 2021 کو بعد نماز عصر المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں داخلہ امتحان میں کامیاب طلبہ و طالبات اور ان کے گارجین حضرات کے ساتھ ایک تعارفی نشست منعقد ہوئی، جس میں رحمانی تھرٹی کے ڈائرکٹر جناب انجینئر فہد رحمانی صاحب، قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کے علاوہ امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داران اور رحمانی تھرٹی کے اساتذہ و دیگر ذمہ داروں کے علاوہ امارت سکینڈری / میٹرک پریپ

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

پروگرام کے ماہر اساتذہ نے شرکت کی۔اس تعارفی نشست میں جناب انجینئر فہد رحمانی صاحب نے طلبہ و طالبات کے سامنے اس پروگرام کے اغراض ومقاصد کو تفصیل سے بیان کیا اور محنت وجد و جہد کے ذریعہ کامیابی کے مراحل کیسے طے کیے جاتے ہیں اس کے بارے میں طلبہ کے درمیان حوصلہ افزا کلمات کہے اور اس پروگرام کے تعلق سے ان کی امید افزا رہنمائی کی۔انہوں نے کہا کہ پورے کمٹمنٹ، وقت کی پابندی اور کامیاب ہونے کی لگن کے ساتھ اپنا سو فیصد دینے کے لیے تمام طلبہ وطالبات تیار رہیں۔صرف بورڈ کے امتحان کو اپنا ٹارگیٹ نہ بنائیں بلکہ اس سے آگے کے مراحل کو یعنی آئی آئی ٹی(IIT) ونیٹ (NEET) کے امتحان کو ذہن میں رکھ کر اپنی محنت کو شروع کریں۔پوری لگن کے ساتھ اگر محنت کریں گے تو بہتر نتیجہ ملے گا، ان شاءاللہ۔انہوں نے کہا کہ رحمانی تھرٹی دسویں کے امتحان کے بعد آگے کی تیاری کے لیے بھی ان طلبہ وطالبات کی پوری رہنمائی کے لیے تیار ہے۔

قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کہا کہ امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے قوم کے نونہالوں کو مقابلہ جاتی امتحانوں کی تیاری کرانے اور ان کے مستقبل کو روشن کرنے کے لیے بہت پہلے رحمانی تھرٹی کی بنیاد ڈالی تھی، جو آج الحمد اللہ ملک کے کامیاب ترین اور نمایاں اداروں میں سے ایک ہے اور اس میدان میں اس ادارہ نے پورے ملک میں ایک مثال قائم کر دی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ اسکول میں پڑھنے والے بچوں کی بہتر تعلیم وتربیت اور ان کو مقابلہ جاتی امتحانوں کے لیے تیار کرنے کے سلسلہ میں امارت شرعیہ کچھ کرے، ان کے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر امارت شرعیہ نے کوچنگ کے اس پروگرام کی شروعات کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان شاءاللہ آئندہ برسوں میں ہم دوسرے اضلاع میں بھی اس طرح کے پروگرام اشروع کریں گے۔انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ کے اس پروگرام کی امتیازی خصوصیت یہ ہوگی کہ یہاں معیاری تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی ماحول میں طلبہ وطالبات کی عمدہ تربیت کا بھی انتظام کیا جائے گا۔جیسا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ قائم کردہ رحمانی تھرٹی اور دیگر اداروں میں اس پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔انہوں نے کہا کہ ہر سبجکٹ کے ماہر اساتذہ کے ذریعہ طلبہ کو سبجیکٹ کی پوری تیاری کرائی جائے گی اور صرف امتحان دینے پر نہیں بلکہ ہر سبجیکٹ کو اچھی طرح سمجھانے پر فوکس کیا جائے گا۔انہوں نے رحمانی تھرٹی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ رحمانی تھرٹی نے اس پورے پروگرام کی مانیٹرنگ کی ذمہ داری لی ہے اس کے لیے ہم رحمانی تھرٹی اور جناب انجینئر فہد رحمانی صاحب کے بے حد شکر گزار ہیں، انہیں اس لائن کا کافی لمبا تجربہ ہے، ان شاءاللہ ان کے تجربے سے بہت فائدہ ہوگا۔انہوں نے مزید کہا کہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب خود نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک کے تعلیمی نظام پر گہری نگاہ رکھتے ہیں، کئی اہم یونیورسٹیاں اپنی تعلیمی منصوبہ بندی میں ان کے بیش قیمت مشوروں سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ان کی سرپرستی اور نگرانی بھی اس پروگرام کو براہ راست حاصل ہوگی جو ہم سب کے لیے اور اس پروگرام کے تحت تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کے لیے خوش قسمتی کی بات ہے۔رحمانی تھرٹی میں میتھ کے معروف استاذ سدیپ صاحب نے بچوں کی کامیابی کے لیے رہنما اصول بتائے۔

ضلع لکھی سرائے میں وفد امارت شرعیہ کا والہانہ استقبال

امارت شرعیہ کے ایک موقر وفد کا دعوتی دورہ زیر قیادت جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ ۱۷رنومبر سے شروع ہو چکا ہے، وفد کا پہلا پروگرام ہلدی مولانگر لکھی سرائے میں منعقد ہوا، یہ موقر وفد جب آبادی میں پہونچا تو آبادی کے علماء، ائمہ، نوجوانان اور عام مسلمانوں نے وفد کا والہانہ استقبال کیا، پروگرام کا انعقاد آبادی کی وسیع جامع مسجد میں ہوا، ۱۸رنومبر کو دوسرا پروگرام میدی چوک کی جامع مسجد اور تیسرا پروگرام مانگڑھ میں منعقد ہوا، ان تمام مقامات پر آبادی کے مسلمانوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور وفد کے پیغام کو سنا، وفد کے قائد مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے اپنے مختلف بیانات میں کہا کہ یہ دعوتی وفد حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی ہدایت کے مطابق ضلع لکھی سرائے اور مونگیر کے دورہ پر آیا ہے، اس دورہ کا مقصد دعوتی نقطۂ نظر سے مسلم آبادیوں میں دینی تعلیمی اور اصلاحی بیداری پیدا کرنا اور وقت وحالات کے اعتبار سے انہیں بہتر مستقبل کی تعمیر کی طرف متوجہ کرنا ہے، خطاب میں خاص طور پر امارت شرعیہ کی وسیع خدمات اور جامع منصوبوں کا تعارف کرایا گیا اور کہا گیا کہ موجودہ امیر شریعت مدظلہ کی سربراہی میں امارت شرعیہ پوری سرگرمی کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں، انہوں نے تنظیم، تعلیم، تبلیغ اور خدمت خلق جیسے کاموں کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس سلسلہ میں امیر شریعت کے پیغامات سے واقف کرایا، موجودہ وقت میں امارت شرعیہ کی طرف سے دینی مکاتب کے قیام کی جو کوششیں جاری ہیں اور اسکولوں کے معیاری نظام کو قائم کرنے پر جو توجہ دی جارہی ہے اس میں حصہ لینے کی اپیل کی۔حاضرین نے ہر جگہ اطاعت امیر کے جذبہ کے ساتھ ان پیغامات کو عمل میں لانے کا عہد کیا، وفد میں شریک جناب مولانا شمیم اکرم رحمانی صاحب نے امارت شرعیہ کے نظام قضاء کی اہمیت وافادیت پر گفتگو کی اور کہا کہ موجودہ امیر شریعت مدظلہ کی کوشش ہے کہ اس نظام کو زیادہ سے زیادہ وسعت دیا جائے، تاکہ لوگوں کے لئے معاملات کا حل آسانی کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہوسکے اور قوم سرکاری عدالتوں کی پریشانیوں سے بچ سکے۔قاضی شریعت مونگیر مولانا رضی احمد ندوی صاحب نے اپنے بیان میں دین کی بنیادی تعلیم کی ضرورت اور معیاری عصری تعلیم کی اہمیت کو موضوع سخن بنایا اور انہوں نے کہا کہ اس وقت مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے سلسلہ میں جس بے حسی کا شکار ہیں وہ بہت ہی افسوسناک ہے، ضرورت ہے کہ ہر مسجد کو مکتب کے نظام سے جوڑا جائے اور معیاری تعلیم کے لئے معیاری کوچنگ سنٹرس اور اسکول قائم کئے جائیں۔وفد کے رکن مفتی محمد احمد صاحب استاذ جامعہ رحمانی مونگیر نے اپنے اصلاحی بیان میں مختلف سماجی برائیوں خاص طور پر نکاح میں فضول خرچی، بے جا طلاق اور کاروبار میں بددیانتی جیسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اس وفد کے آنے کا ایک اہم مقصد آپ سب کے اندر اصلاحی ودینی بیداری پیدا کرنا ہے۔جناب مولانا شعیب عالم قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ نے پروگراموں میں نظامت کی ذمہ داری نبھائی، حافظ عبدالحق مبلغ امارت شرعیہ نے اجلاس کا نظم وضبط سنبھالا، ان پروگراموں سے ہر جگہ بیداری کا نیا احساس پیدا ہو رہا ہے، وفد کے ذریعہ مسلم آبادیوں کی دینی، سماجی اور تعلیمی صورت حال کا سروے بھی کیا جارہا ہے۔یہ رپورٹ دفتر تنظیم سے مولانا شاہ نواز عالم مظاہری نے دی۔

Scanned with CamScanner

اردو زبان کے فروغ میں مدارس کا کردار

محمد صابر انصاری

اردو محض زبان ہی نہیں، بلکہ ایک تہذیب بھی ہے۔اردو زبان جو آج بھی تقریباً چار سو سال سے عوام میں مقبول و محبوب رہی اس کی سب سے بڑی وجہ اس کا لسانی کردار ہے۔اردو زبان کی شیرینی و حلاوت سے کون انکار کرسکتا ہے۔اس کی آبیاری میں بادشاہانِ وقت، صوفیائے کرام کے علاوہ ادیبوں، فنکاروں اور شاعروں کا بھی کلیدی کردار رہا ہے۔اس کی نشو و نما میں ابتدائی عہد سے ہی دینی مدارس نے بھی نمایاں فریضہ انجام دیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ، مظاہر العلوم سہارنپور، جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ، جامعۃ الہدایہ جے پور، جامعہ رحمانی اور جامعہ دارالسلام عمر آباد جیسے بڑے مدارس کی اردو زبان و ادب کے حوالے سے بڑی اہم خدمات ہیں۔حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا محمد قاسم نانا توی، شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد یعقوب نانا توی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، شیخ التفسیر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد میاں منصور انصاری، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، علامہ حمید الدین فراہی، حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا محمد علی جوہر وغیرہ ایسی شخصیات ہیں جن کا تعلق مدارس سے رہا ہے اور ساتھ ہی اردو زبان و ادب سے بھی ان کا گہرا رشتہ رہا ہے۔

اردو زبان کی نشر و اشاعت میں مدارس اسلامیہ اور اس کے فیض یافتگان کا عظیم اور نمایاں کردار ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر شکیل احمد رقم طراز ہیں کہ: "اردو کی قبولیت اور اثر پذیری کے صدیوں طویل ارتقائی سفر میں دربار، دبستان، خانقاہ اور بازار سبھی کچھ آئے لیکن جس گروہ اور جس اکائی نے اردو زبان و ادب کو بہت زیادہ فیض پہنچایا اور متاثر کیا وہ علمائے دین و مدارس و مکاتیب اسلامیہ ہیں۔"

(سہ ماہی دعوت حق، ص 223، جون 2004، تا مئی 2005، خصوصی شمارہ، بہ حوالہ روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی (دینی مدارس نمبر) 31 مارچ 2007، ص:69)

اردو کے عوام کے تعاون سے عوامی زبان بنانے کا شرف علمائے دین اور مدارس ہی کو حاصل ہے۔اردو کی تعلیم میں مدارس سرفہرست ہیں، ان کی شناخت ہی اردو ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے ہوگئی ہے۔غیر اردو علاقوں کے طلبا بھی علوم دینیہ کے حصول کے لیے مدارس میں آتے ہیں اور نصابی ضرورتوں کے تحت اردو سے آشنا ہو کر خود میں تحریر و تقریر کی صلاحیت پیدا کر لیتے ہیں۔یہ طلبا واپس اپنے علاقوں میں جا کر اردو زبان کے فروغ میں معاون ہوتے ہیں۔بنگال، آسام، گجرات، اڑیسہ، تامل ناڈو اور کرناٹک جیسے صوبوں کے دور دراز علاقوں میں اردو زبان و ادب کی آبیاری کرتے ہیں۔ہندوستان کے مختلف صوبوں کے علاوہ مختلف ملکوں بالخصوص افریقی اور ایشیائی ممالک میں نیپال، بنگلہ دیش، برما، افغانستان، ایران، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، ملیشیا، یمن، لبنان اور افریقہ کے طلبا بڑی تعداد میں داخلہ لیتے ہیں اور یہاں ایک مدت گزار کر واپس اپنے ملکوں کو جاتے ہیں تو اپنے ساتھ عالمیت اور فضیلت کی ڈگریوں کے ساتھ اردو کے ذریعہ تعلیم ہونے کی وجہ سے اردو زبان کی شد بد پیدا کر لیتے ہیں، جب کہ بعض طلبہ اردو لکھنے پڑھنے کی اچھی استعداد اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں اور اپنے ملکوں میں ہندوستانی وفود کی ترجمانی اور اردو کتابوں کے ترجمہ کا کارنامہ انجام دیتے ہیں، گویا یہ فضلا اپنے ملکوں میں ہندوستان اور بالخصوص اردو زبان کے خاموش سفیر بن جاتے ہیں۔اس طرح اردو کا دائرہ صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ مدارس اسلامیہ کے ذریعے اس کا دامن عالمی سطح پر پھیلا ہوا ہے۔ہر جگہ اردو بولنے اور سمجھنے والے پائے جاتے ہیں۔پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی 'اردو کے فروغ میں ملک و بیرون ملک کے مدارس کا کردار' کے عنوان سے اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں:

2003" میں 'عالمی نظام انصاف' کے کانفرنس، کولمبو میں راقم کی ملاقات مالدیپ کے جسٹس عبدالرشید صاحب سے ہوئی وہ اردو جانتے تھے۔ان کی ابتدائی تعلیم مدرسہ جمالیہ میں ہوئی تھی۔

2010 میں ترکی کی ایک کانفرنس میں راقم کی ملاقات جناب یوسف قراچہ سے ہوئی جو دارالعلوم ندوہ العلما لکھنؤ کے قدیم فضلا میں تھے اور ترکی میں تعلیمی و تدریسی فرائض انجام دینے کے ساتھ اردو کی دینی کتابوں کا ترکی میں ترجمہ کر چکے تھے۔انھوں نے مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کی متعدد کتابوں کا ترکی میں ترجمہ کرکے شائع کیا ہے۔اس طرح نہ صرف ہند اسلامی ثقافت بلکہ اردو زبان کی علمی خدمات انجام دی ہے۔شہر استنبول کے اسلامی مرکز دار الحکمۃ میں بھی جانے کا اتفاق ہوا، یہاں متعدد ایسے فضلا سے ملاقات ہوئی جو ہندو پاک کے دینی مدرسوں سے فارغ تھے اور اردو زبان و ادب سے واقف تھے۔"(عالمی سہارا، نئی دہلی)

علمائے کرام نے تصنیف و تالیف کے ذریعے اردو کی نشر و اشاعت میں جو حصہ لیا ہے اس حوالے سے مولانا سید محبوب صاحب رضوی رقم طراز ہیں کہ "اس کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، اس کا فی الجملہ اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ صرف دارالعلوم دیوبند کے فضلا نے جو کتابیں لکھی ہیں ان کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے۔علمائے دارالعلوم دیوبند میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔دارالمصنفین اعظم گڑھ اور ندوۃ المصنفین دہلی جیسے اداروں کے ذریعے اردو میں جس وقیع اور گراں قدر ذخیرے کا اضافہ ہوا ہے یہ سب مدارس اسلامیہ اور ان کے فضلائے کرام ہی کی دین ہے۔علامہ شبلی اور خواجہ الطاف حسین حالی وغیرہ جنھیں اردو زبان کے اساطین کہا جاتا ہے، سب مدارس اسلامیہ ہی کے فیض یافتہ ہیں۔"(عالمی سہارا، نئی دہلی)

اردو ادب کی تاریخ میں ایسے شاعروں اور ادیبوں کی فہرست لمبی ہے جن کا تعلیمی پس منظر صرف مدرسہ ہی رہا ہے۔مثلاً اردو تنقید کی پہلی باضابطہ کتاب 'مقدمہ شعر و شاعری' کے مصنف مولانا الطاف حسین حالی (1915-1937) انھوں نے پوری تعلیم عربی مدرسے ہی میں حاصل کی تھی۔دہلی کے قدیم مدرسہ حسین بخش کو ان کی مادرِ علمی ہونے کا شرف حاصل ہے۔گویا وہ بنیادی طور پر صرف مولوی تھے اور مولویت ہی ان کی شناخت تھی۔

علامہ شبلی نعمانی (1857-1914) جو بہ یک وقت شاعر و ادیب بھی ہیں اور ناقد، محقق، مؤرخ اور انشا پرداز بھی۔انھوں نے 'شعر العجم' اور 'موازنہ انیس و دبیر' کے ذریعے تفہیمِ شعر کے جو اصول وضع کیے اور فنی سطح پر جو نظریات پیش کیے ہیں انھیں شعر و نقد کی دنیا میں بڑا اعتبار حاصل ہے۔علامہ شبلی نعمانی کسی کالج یا یونیورسٹی کے نہیں بلکہ مدرسے ہی کے پروردہ و پرداختہ تھے۔مولانا محمد فاروق چریا کوٹی کا نام ان کے اہم اساتذہ میں آتا ہے۔ان کے تمام کارناموں کو مدرسوں ہی کے کھاتے میں ڈالا جائے گا۔

جناب رشید حسن خان (1930-2006) شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے اور وہیں کے مقامی مدرسہ بحر العلوم سے تعلیم حاصل کی تھی۔اردو زبان کو بنانے اور سنوارنے میں ان کا اہم رول رہا ہے۔اردو کی املا پر کتابیں لکھیں، رموز و اوقاف پر مقالے لکھے، محاورات اور روزمرہ پر مباحث شائع کیے۔صحیح زبان کیسے لکھی جاتی ہے اور اس کے کیا اصول و ضوابط ہیں اس سلسلے میں ان کی متعدد کتابیں موجود ہیں اور بڑے بڑے سمیناروں میں اپنی فنی و لسانی معلومات کے جوہر دکھائے۔ملک کی متعدد یونیورسٹیوں میں انھوں نے اردو زبان و ادب کی املا اور الفاظ کے صحیح و غلط استعمال پر لکچر دیے۔بے شمار تحقیقی مقالوں کے ممتحن رہے اور خود ان پر بھی تحقیقات ہوئیں اور ڈگریاں حاصل کی گئیں۔رشید حسن خاں نے اردو زبان کی آرائش و زیبائش اور اس کے فروغ و ارتقا کے لیے جو کچھ کیا ہے اسے اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔ان کے سارے کارنامے علمی و لسانی فتوحات کا سہرا مدرسوں کے سر بندھے گا۔

ان کے علاوہ بہت سے ایسے نام ہیں جن کا تعلیمی پس منظر مدرسہ ہی ہے، جن کی فہرست کافی طویل ہے۔مثلاً فخر مشرق علامہ شفیق جونپوری، فیض احمد فیض، جناب اسرار حسن خان مجروح سلطان پوری، عامر عثمانی، فضا ابن فیضی وغیرہ ہیں۔اردو کے اخبارات، رسائل اور کتابوں کو خریدنے اور پڑھنے والوں میں مدارس کے طلبا، اساتذہ اور متعلقین پیش پیش رہتے ہیں۔ان اخبارات و رسائل کے قلم کاروں میں بھی مدرسوں کے فیض یافتہ حضرات اچھی تعداد میں ہوتے ہیں۔ملک کے مختلف اطراف و اکناف کے مدارس سے جو ماہنامہ، دو ماہی اور سہ ماہی رسالے اور جرائد و مجلّات شائع ہو رہے ہیں وہ اپنے مشمولات اور پیش کش کے اعتبار سے معاصر ادبی علمی رسالوں سے کم تر نہیں ہیں۔ان میں قلم کاروں کی بیش تر تعداد مدراس کے اساتذہ اور فضلا کی ہوتی ہے، جو اردو زبان و ادب کے فروغ میں ایک واضح تعاون ہے۔بقول حقانی القاسمی:

"مدارس اشتعال انگیز صحافت پر نہیں بلکہ اعتدال پسند صحافت پر یقین رکھتے ہیں۔اخوت و محبت کے جذبات کو بیدار کرنا اور مثالی معاشرے کی تشکیل کرنا ہی مدارس کے مجلّات کا مقصد ہے اور اپنے اس مقصد میں یہ رسائل بہت حد تک کامیاب بھی ہیں۔ضرورت ہے کہ مدارس کے مجلّات کو بھی تحقیق کا موضوع بنایا جائے اور اس کے مشمولات کے حوالے سے گفتگو کر کے ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے جو آج کے ہندوستانی معاشرے میں عام ہیں۔"(عالمی سہارا، نئی دہلی 14 جولائی 2012، ص:65)

خلاصہ کلام یہ کہ مدارس کے فیض یافتگان نے گیسوئے اردو کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ان کے کارناموں کا ہر طبقے میں اعتراف کیا گیا ہے اور انھوں نے جو کچھ کیا ہے اسے درجہء استناد حاصل ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے جو کچھ بھی پڑھا یا سیکھا ہے وہ عربی مدرسوں ہی میں پڑھا یا سیکھا ہے اور ان کا سارا علم مدارس عربیہ کی چہار دیواریوں ہی کا مرہون منت ہے۔اگر ہم ان شعرا و ادبا کے نام گنوانے لگ جائیں جو شہرت تو کالج اور یونیورسٹیوں کے حوالے سے رکھتے ہیں لیکن ان کی بنیادی تعلیم مدارس عربیہ میں ہی ہوئی تو فہرست بہت لمبی ہو جائے گی۔ان سب پر گفتگو کے لیے دفتر درکار ہے۔نہ پوچھیے کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب مدرسوں میں پروان چڑھے ہیں۔

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (MMRM ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

کے درج ذیل ٹریڈس میں خواہش مند میٹرک پاس طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں:

۱۔ڈرافٹ مین سول ۲۔فیٹر ۳۔الیکٹرانکس میکانک ۴۔پلمبر

داخلہ کی آخری تاریخ ۱۸ رنومبر ۲۰۲۱ء ہے، ذیل میں دیئے گئے نمبرات پر مزید تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔

رابطہ نمبر: 9304741811,8825126782,9065940134

سہیل احمد ندوی

سکریٹری

Scanned with CamScanner

نشہ خوری۔ ایک خطرناک بیماری

شاہد رشید، ورود

یہ ایک حقیقت ہے کہ ماحول جس قدر پاکیزہ ہوگا، معاشرہ اسی قدر بیماریوں سے پاک ہوگا، ہم صفائی ستھرائی کی طرف جتنی توجہ دیں گے، ماحول اتنا ہی زیادہ آلودگی سے پاک ہوگا، ''سوچھ بھارت ابھیان'' ایک اچھی تحریک ہے، اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے، آگے بڑھ کر اپنی گلی محلے اور علاقے کی صفائی میں دوسرے سماجی کارکنوں کے ساتھ کام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہمارے مزاج کی صفائی کا عالم یہ ہے کہ جتنی ہی جدید ڈیزائن سے آراستہ عمارت ہو، اس کے کونوں کو ہم پان اور تمبا کو کی پیک سے آلودہ کردیتے ہیں، ہمارے یہاں بچپن سے سکھایا جاتا ہے: ''پاکی آدھا ایمان ہے''۔ (حدیث) یعنی پاک رہنا اور ماحول کو پاک رکھنا ایمان کی علامت ہے، جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے، نماز سے پہلے وضو کی شرط ہے کہ منہ کی بدبو کو مسواک کے ذریعہ زائل اور پیاز کھا کر مسجد میں نہ جانے کے احکامات ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنے کے زمرے میں ہی آتے ہیں، ان تمام ارشادات گرامی کی افادیت، اہمیت واحترام اپنی جگہ مسلم ہے؛ لیکن ہماری عادتوں میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، اس کی ایک مثال تمبا کو نوشی ہے، تمبا کو نوشی ہمارہ طرۂ امتیاز بن چکا ہے، ہمارا ہر اچھا آدمی تمبا کو کا کش لگانے، کھانے یا چبانے کا عادی ہے، باوجودیکہ کئی بار اس کے مضر اثرات کا مطالعہ کرچکے ہیں اور کئی بار اس کے بداثرات دیکھ چکے ہیں؛ لیکن تمبا کو اور دیگر نشہ آور چیزوں سے تائب ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں، بقول شخص نہ سدھرے ہیں نہ سدھریں گے، ہم ویسے ہی رہیں گے، جیسے کے ہم ہیں۔ تمبا کو جیسی مضر شے کو بھی ہم نے ''مکروہ'' کے خانے میں ڈال دیا ہے۔ حدیث میں ہے: ''کل مسکر حرام'' (ترمذی) (ہر نشہ آور شے حرام ہے)

ہم تمبا کو کو مُسکِر (نشہ آور) سمجھتے ہی نہیں ہیں، اس لیے بلا روک ٹوک مسجدوں میں بھی اس سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں، کیا ہم اپنے بچوں کو تمبا کو کے استعمال کی اجازت دیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں؛ کیوں کہ ہم اس کے مضر اثرات سے واقف ہیں، اس لیے مذہبی طور پر بھی اسے ممنوع قرار دیا جانا چاہیے۔

ادارہ عالمی صحت (Word Health Organization) کے مطابق دنیا بھر میں ہر روز گیارہ ہزار افراد تمبا کو نوشی ودیگر اشیاء کے استعمال سے جان بحق ہوتے ہیں، یعنی ہر سال تقریباً چالیس لاکھ افراد نشہ کی وجہ سے موت کا شکار ہورہے ہیں، دنیا کے تمبا کو پیدا کرنے والے ممالک میں بھارت کا نمبر تیسرا ہے، اس میں سے 80% تمبا کو ملک کے اندر ہی استعمال ہوجاتی ہے، بھارت میں ۲۴ رکروڑ لوگ تمبا کو استعمال کرتے ہیں، ان میں سے ایک کروڑ بیس لاکھ خطرناک قسم کی بیماریوں سے پریشان ہیں۔ یہ بیماریاں سرطان (Cancer)، عارضۂ قلب اور شریانوں کی اینٹھن وغیرہ ہیں، تمبا کو چبانے والوں کو منہ اور آنتوں کا کینسر، بیڑی سگریٹ پینے والوں کو گلے کا کینسر اور سانس کی نالی اور پھیپھڑوں کے امراض لاحق ہوجاتے ہیں، اس سے زبان کا موٹا ہونا، جبڑوں کا سخت ہوجانا جیسے امراض بھی ہوتے ہیں، مریض کی زندگی کو ان اجزا کو کاٹ کر الگ کردینے ہی سے بچایا جاسکتا ہے، ہمارے یہاں تمبا کو کا استعمال وبائی صورت اختیار کرگیا، ڈاکٹر، وکیل، انجینئر، ٹیچر، پروفیسر، ادھیکاری، کرم چاری، کسان، مزدور، مرد، عورت سب تمبا کو کے شوقین ہیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہر سال اس کی وجہ سے سینکڑوں لوگ جان بحق ہورہے ہیں، اس کی لت کم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔

تمبا کو میں تقریباً پینتالیس سوزہریلے اجزا پائے جاتے ہیں، ان میں نکوٹن سب سے خطرناک ہے، اس سے کیڑے مار دوا تیار کی جاتی ہے، اس کے علاوہ تمبا کو میں ہائیڈروجن سائینائیڈ ایک مضر رساں جزو ہے، آرسنک زہریلا عنصر ہے، چیونٹیوں کو ختم کرنے میں اس کا استعمال ہوتا ہے، تمبا کو کا استعمال موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، قارئین تمبا کو کے کچھ اور بداثرات ملاحظہ فرمائیں، اس سے عورتوں میں بیضہ دان (Ovary) کا کینسر اور مردوں میں منوی جرثوموں (Sperms) کی تعداد میں کمی واقع ہوتی ہے، اس سے آنکھوں میں موتیابند (Cataract) اور نظر کی کمزوری کی شکایت ہوجاتی ہے، تمبا کو کے اثرات کان پر بھی پڑتے ہیں، اس سے کان کی نازک ہڈیوں میں سوجن آجاتی ہے، جس کا سماعت پر اثر پڑتا ہے، تمبا کو سے سوکھی اور کھردری ہوجاتی ہے، بال جھڑ جاتے ہیں، زخموں میں سڑن (Gangrene) ہوجاتی ہے۔

دیہاتوں، قصبوں، شہروں کے ثانوی مدارس، جونئر کالجوں اور کالجوں میں سیڑھیوں اور کونوں کھدروں میں تمبا کو کی پیک کے نشانات نظر آتے ہیں، نوجوانوں میں گٹکا کھانا مردانگی کی نشانی خیال کیا جاتا ہے، گٹکا کیا ہے؟ یہ چونا، تمبا کو، سپاری، لون، الائچی ودیگر کیمیائی اشیاء کا آمیزہ ہوتا ہے، اس کا کیمیائی تجزیہ کرنے پر پایا گیا کہ اس میں میگنیشیم کاربونیٹ، پارا، کیڈیم، کاپر، زنگ جیسے خطرناک اجزاء پائے جاتے ہیں، اس سے نوجوان کینسر کا شکار ہورہے ہیں، دانت کے زخم سے خون کا بہنا، دانتوں کا سڑن، دانتوں کا درد جیسی عام شکایات اس سے ہورہی ہیں، اس لیے مہاراشٹر سرکار نے تعلیم گاہوں سے 100 میٹر کے دائرے میں تمبا کو اور گٹکا فروخت کرنے پر پابندی عائد کردی ہے؛ لیکن تمبا کو فروشوں نے بچوں میں اس وبا کو فروغ دینے کے لیے چھوٹے چھوٹے پاؤچ کا سہارا لیا ہے، ان پاؤچوں کو مختلف ناموں سے فروخت کیا جاتا ہے، ان میں تمبا کو اور چونا ایک پاؤچ میں اور سپاری اور دیگر خوشبودار اجزاء دوسرے پاؤچ میں ہوتی ہیں، شوقین دونوں پاؤچوں کو ملا کر گٹکے کی کمی کو پورا کرتے ہیں، تمبا کو ایک خطرناک قاتل ہے، یہ نہ صرف دل وشریانوں کو متاثر کرتا ہے؛ بلکہ اس سے جگر بھی متاثر ہوتا ہے، آنتوں میں اس سے چھالے (Ulcer) ہوجاتے ہیں، جسمانی ودماغی کمزوری، بھوک کی کمی، یرقان (Jaundice) جیسی بیماریاں بھی ہوجاتی ہیں، بے چینی، فکرمندی، نیند نہ آنا جیسی شکایات تمبا کو کے عادی افراد میں پائی جاتی ہیں۔

آج کے تندرست نوجوان ملک کی ترقی کی بنیاد ہیں، جسمانی وذہنی مریض ملک کو ترقی کی دوڑ میں کیسے آگے لے جاسکیں گے، یہ ملک کے دانشوروں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے، سگریٹ، تمبا کو کے ڈبوں پر یہ لکھنا کہ ''یہ صحت کے لیے مضر ہے'' کافی نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہورہا ہے، ابھی حال ہی میں حکومت مہاراشٹر نے پان تمبا کو کھا کر تھوکنے والوں کے لیے سزا کا اعلان کیا ہے، اس میں اسپتالوں کی خدمت بھی شامل ہے، اس طرح کے قوانین پہلے بھی تھے اور آج بھی بن رہے ہیں؛ لیکن قوانین کو سختی سے لاگو کیا جانا چاہیے۔

عوام بگڑ رہے ہیں، نوجوان تمبا کو کے شائق ہورہے ہیں انسان کو بگاڑنے میں بُری صحبت اور خراب دوستوں کی دوستی کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے، ابتدا میں رندِ خراب حال دوست عیش کرواتے ہیں، بعد میں قیمت وصول کرتے ہیں، تمبا کو کے دام فریب میں جو آگیا، مشکل سے ہی اس سے چھٹکارا ملتا ہے، لاکھ اسے سمجھاؤ؛ لیکن

رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو

کے مصداق تمبا کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا ہے، حکومت کی سختی ہی سے اسے بلا سے چھٹکارا مل سکتا ہے، عمر رسیدہ تمبا کو کے شوقین اس سے تائب ہوجائیں تو نئی نسل کو سبق ملے۔

ماحول کے اثرات

مولانا محمد مشیر کاشفی

انسان کی فکری وعملی تربیت میں اس کے ماحول کو بڑا دخل ہے، خواہ وہ ماحول گھر کا ہو یا مدرسے کا یا بستی کا، انسان جس ماحول میں رہتا ہے اس کے اثرات غیر شعوری طور پر وہ ضرور قبول کرتا ہے، ہم تو آئے دن دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بہت صالح اور نیک ہے، مگر اس کو کچھ غلط قسم کے لوگوں کے درمیان گذارنے پڑیں تو اس غلط صحبت نے اسکی بہت سی اچھائیوں کو ختم کرکے برائیوں کو جنم دے دیا۔ اس طرح کوئی خراب آدمی ہے مگر اسے اچھے لوگوں کی صحبت حاصل ہے تو وہ گناہوں سے توبہ کرکے نیک راستے کی طرف گامزن ہوجاتا ہے، اسی حقیقت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا: ''ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی بنادیتے ہیں۔''

پاکیزہ معاشرہ اور اچھی صحبت انسان کو نیک بننے کا موقع فراہم کرتی ہے اور نیک بننے پر آمادہ کرتی ہے اور معاون ومددگار رہوتی ہے، جب کہ بگڑا ہوا معاشرہ اور بری صحبت انسان کو بگاڑ کی طرف لے جاتی ہے، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لئے ہمیں غور کرنا چاہئے کہ اس کی دوستی کس سے ہے۔ (ترمذی)

اگر بیج کو اچھی زمین میں بویا جائے اور مناسب آب وہوا پہنچائی جائے، وقت پر کھاد دی جائے، نرائی کی جائے تو یقیناً وہ بہترین پیداوار دے گا، لیکن جب بیج کو اچھی زمین نہ ملے، نہ ہی نرائی کی جائے، نہ مناسب آب وہوا کا نظام ہو اور وہ کھاد سے بھی محروم رہے تو ایسا بیج گل سڑ کر رہ جائے گا اور اس سے کوئی نفع نہ ظاہر ہوسکے گا، یہی حال انسانی فطرت کا ہے، انسان کی اصلاح وتربیت میں مقام وماحول کو کتنا دخل ہے، اس کی وضاحت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ سنا کر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا، اس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کرڈالا، پھر اس نے پوچھا کہ زمین میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا کون ہے، چنانچہ ایک راہب کا پتہ دیا گیا، وہ راہب کے پاس گیا، اور کہا کہ میں نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا ہے، کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ راہب نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کرڈالا۔ اس نے سو کا عدد پورا کرڈالا۔ اس نے پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے اسے ایک عالم کا پتہ دیا۔ وہ عالم کے پاس گیا اور بولا کہ سو آدمیوں کا قتل کرچکا ہوں تو کیا میرے لئے توبہ کی کوئی شکل ہے، عالم نے کہا: ہاں۔ توبہ اور تمہارے درمیان کوئی حائل ہوسکتا ہے تو ایسا کرو کہ فلاں بستی کی طرف جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو، چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہوگیا، ابھی آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اسے موت آگئی، اس کی روح قبض کرنے کے سلسلے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ شخص خلوص دل سے توبہ کرکے چلا تھا۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے آج تک کوئی اچھا عمل نہیں کیا، اتنے میں ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں نمودار ہوا، فرشتوں نے اس کو اپنا ثالث بنالیا، اس نے کہا دونوں بستیوں کی زمین کو ناپو، جو اس سے قریب ہو اس کو اسی میں شامل کرو، دونوں طرف کی زمین کو ناپا گیا تو اس کو نیک بستی سے قریب پایا جس کا اس نے قصد کیا تھا، چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کرلی۔ (مسلم)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آتی ہے کہ صالح معاشرہ اور اچھے ساتھی سیرت وکردار کی تعمیر میں بہت اہم رول ادا کرتے ہیں اور برے ماحول، برے دوست انسان کو بگاڑنے میں معاون ہوتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

موجودہ عالمی مسائل کا حل

مولانا سید احمد ومیض ندوی

دورِ حاضر سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے، مواصلات کی حیرت انگیز ترقی نے ساری دنیا کو گلوبل ویلج میں تبدیل کردیا ہے، انٹرنیٹ کی ایجاد نے معلومات کے انبار لگادیئے ہیں، علم وسائنس کے بڑھتے قدموں نے وسائل زندگی میں بے تحاشہ اضافہ کردیا ہے، ہر قسم کے سامان آرائش کی فراوانی ہے، لیکن یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے، دورِ حاضر کی تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وسائل کی بہتات کے باوجود موجودہ دور کا انسان مسائل میں گھرا ہوا ہے، اس وقت ساری انسانیت انتہائی پیچیدہ قسم کے مسائل میں گرفتار ہے، مغربی ممالک ہوں کہ مشرقی دنیا، ترقی یافتہ علاقے ہوں کہ پسماندہ ممالک ساری انسانی آبادی الجھنوں کا شکار ہے، عالمگیر نوعیت کے مسائل کا سامنا ساری دنیا کو ہے، اور ایسا بھی نہیں کہ ان مسائل کے حل کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں ہوتی بلکہ دنیا بھر کے دانشور اور بے پناہ دماغی صلاحیتوں کے حامل مفکر اور صفِ اول کے مدبر بار بار سر جوڑ کے بیٹھتے ہیں اور مسائل کے حل کے لیے عالمی کانفرنسوں اور سیمیناروں کا انعقاد عمل میں لایا جاتا ہے، اور بعض مسائل ایسے ہیں جن کے حل کے لیے اقوام متحدہ کی نگرانی میں باقاعدہ بیٹھکیں ہوتی ہیں، مگر نشستند وخوردند وبرخاستند کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ انسانیت کو لاحق مسائل کا حل وہی ذات کرسکتی ہے جو انسانوں کی خالق ہے جس پروردگار نے انسان کی شکل میں حیرت انگیز مشین بنایا ہے وہی بہتر طور پر جانتا ہے کہ اس مشین کو کیا کمزوریاں لاحق ہوسکتی ہیں اور اس میں آنے والی خرابیوں کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے چنانچہ اس خالق کائنات نے جہاں حضرت انسان کو پیدا فرمایا وہیں اس کے مسائل کے حل کے لیے حضرات انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ کو بھیج کر قیامت تک پیدا ہونے والے نت نئے مسائل کے حل کا سامان فراہم فرمایا، اس وقت انسانیت جتنے مسائل سے دوچار ہے اس کا حل صرف اور صرف سیرت رسول ا اور تعلیمات اسلام میں ہے۔ اس وقت سب بڑا مسئلہ جس سے دنیا کے سارے ممالک دوچار ہیں، تحفظ وسلامتی اور انسانی حقوق کی حفاظت کا ہے، دنیا کے ہر خطہ میں انسان عدم تحفظ کا شکار ہے، انسانی خون ارزاں ہوتا جارہا ہے، گزشتہ صدی میں دنیا دو عظیم جنگوں کا سامنا کرچکی ہے، جن میں لاکھوں انسان مارے گئے ان دو جنگوں کے باوجود حالات میں تبدیلی نہ آسکی، اب دنیا کی صورتِ حال یہ ہے کہ دھماکے روز کا معمول بن چکے ہیں، کسی دن کے اخبارات دھماکوں کی خبروں سے خالی نہیں ہوتے، اور ایک ایک دھماکے میں سیکڑوں لوگ ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوتے ہیں اور لاکھوں کی املاک تباہ ہوتی ہے، عراق میں دس لاکھ سے زائد شہری مارے گئے، افغانستان میں تباہی کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، بوسینا کی قیامت صغریٰ اب تک ذہنوں سے محو نہیں ہوئی، جہاں کی اجتماعی قبروں سے اب تک نعشیں برآمد ہورہی ہیں جن ممالک کو اپنے سیکوریٹی نظام پر ناز ہے وہاں بھی انسانی جان کو خطرات لاحق ہیں امریکہ جیسے سپر پاور ملک میں اچانک فائرنگ کے واقعات معمول بن چکے ہیں، اسکولوں میں دن دہاڑے فائرنگ ہوتی ہے، شاپنگ مالوں میں دھماکے ہوتے ہیں، الغرض پوری دنیا بارود کے ڈھیر پر کھڑی ہے، سلامتی وتحفظ کے مسئلہ پر ہر ملک انتہائی حساس ہے، سلامتی کو یقینی بنانے کے لئے نت نئے مہلک ہتھیار تیار کئے جارہے ہیں، ہر ملک اپنے بجٹ کا ایک بڑا حصہ دفاع پر خرچ کررہا ہے، اس سب کے باوجود کہیں انسانوں کو تحفظ حاصل نہیں، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حل بتاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے قتل وغارت گری اور لوٹ کھسوٹ عام تھی، معمولی باتوں پر جنگ چھڑ جاتی تھی اور چالیس چالیس برس تک جاری رہتی تھی، مختلف قبائل میں آپسی رسہ کشی عروج پر تھی ایسے نازک حالات میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ تعلیمات کے ذریعہ ایسا انقلاب برپا کردیا کہ خونخوار انسان امن وسلامتی کے علمبردار بن گئے، ایک دوسرے کی جان کے درپے رہنے والے ایک دوسرے پر جان نچھاور کرنے والے بن گئے، عورتوں کو مکمل تحفظ حاصل ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی جان کی عظمت بڑھادی، خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر صاف اعلان کیا کہ تمہارا خون تمہارا مال ایک دوسرے کے لیے حرام ہے جس طرح یہ دن یہ شہر قابل احترام ہے، جرائم کے انسداد اور جان ومال کے تحفظ کے لیے آپ نے لوگوں میں ایک دوسرے کے حقوق کا احترام اور ان کی ادائیگی کی فکر پیدا کی، اور آخرت میں جوابدہی کا احساس پیدا کیا، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہر شخص خوف خدا سے سرشار ہوتا تھا، دوسروں پر ظلم تو دور رہا کسی کے بارے میں معمولی بات کہنا بھی ان کے لیے گراں گزرتا تھا، فکر آخرت اور مرنے کے بعد کی زندگی میں ہونے والے حساب وکتاب کے یقین کے بغیر حقوق انسانی کا تحفظ ممکن نہیں اور نہ ہی انسانی جانوں کے اتلاف کا یہ لامتناہی سلسلہ ختم ہوسکتا ہے، احساس جوابدہی اور آخرت کی سزا کے ڈر کے ساتھ جرائم اور قتل وغارت گری کے سدباب کے لیے آپ نے حدود وقصاص او رتعزیرات کا موثر نظام قائم فرمایا، قاتل کی سزا قصاص اور چور کے لیے قطع ید شراب نوشی پر اسی کوڑے اور شادی شدہ کے زنا میں مبتلا ہونے اور گواہوں کے ذریعہ ثابت ہونے پر سنگساری کی سزا مقرر فرمائی، موجودہ مغربی دنیا ان سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتی کہ ایک قاتل پر حد جاری کرنا ہزاروں افراد کے تحفظ کا ضامن ہے، چنانچہ حدود وقصاص کا یہ نظام جن مسلم مسلکوں میں رائج ہے وہاں قتل وجرائم کے واقعات کی شرح انتہائی کم ہے۔ دوسرا عالمی مسئلہ جس سے پوری دنیا دوچار ہے وہ غربت اور بھکمری ہے، آج کی مہذب دنیا میں جہاں سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی سے اسباب زندگی اور وسائل آرائش کی بہتات ہے، مختلف ملکوں میں لاکھوں افراد نان شبینہ کے محتاج ہیں افریقی ملکوں میں لاکھوں باشندے ایسے ہیں جنہیں بھوک کی شدت نے ہڈی کے ڈھانچوں میں تبدیل کردیا ہے، فاقہ کے سبب ہر سال لاکھوں افراد بلک بلک کر جان دے رہے ہیں خود ہمارے ملک میں بھی خط افلاس کے نیچے زندگی گزارنے والوں کی شرح چالیس فیصد سے زائد ہے، لاکھوں ہندوستانیوں کو ایک وقت کا صحیح کھانا نصیب نہیں حتیٰ کہ پینے کا پانی تک میسر نہیں، سیرت رسول میں اس کا علاج موجود ہے، آپ نے زکوۃ کا نظام قائم فرمایا اس سے ہٹ کر غریب رشتہ داروں، پڑوسیوں اور ضرورت مند انسانوں کی حاجت برآری کی تلقین فرمائی، یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، اگر صحیح معنی میں سارے صاحب نصاب مسلمان اپنے مالوں کی زکوۃ نکالنے لگیں تو امت مسلمہ کا کوئی فرد بھوکا نہیں رہے گا، نبی کی ان تعلیمات کو اگر دنیا کے سارے انسان اپنالیں تو غربت کے خاتمہ میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ ایک اور عالمی مسئلہ جس نے عالمی قائدین کی نیند حرام کردی ہے معاشی بحران کا ہے، معاشی بحران اس وقت سارے یوروپ اور امریکہ کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے، امریکہ کے بیسوں بینکوں کا دیوالیہ ہو چکا ہے، بیسیوں کمپنیاں ٹھپ پڑ چکی ہیں، مہنگائی روز افزوں ہے عام اشیاء کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگی ہیں، سیرت رسول ا اور قرآنی تعلیمات میں اس مسئلہ کا شافی علاج ہے، موجودہ معاشی بحران دراصل سودی نظام معیشت کی دین ہے، اسلام بلاسودی نظام معیشت پیش کرتا ہے، سودی نظام پر مبنی بینکاری فیل ہوچکی ہے، خود مغرب کے صفِ اول کے ماہرین معاشیات اس کا اعتراف کرچکے ہیں اور خود مغربی حلقوں سے بلاسودی اسلامی بینکنگ سسٹم کے لیے آواز بلند ہورہی ہے، اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، چنانچہ سود پر مبنی معیشت اپنا بوریہ بستر لپیٹ رہی ہے، اب ایک ہی راستہ رہ گیا ہے، کہ انسانیت نبی رحمت کے دامن سے وابستہ ہوجائے، اور آپ کے لائے ہوئے نظام معیشت کو رواج دے۔ موجودہ دور کی ایک لعنت جو عالمگیر شکل اختیار کرچکی ہے وہ ذات پات اور رنگ ونسل کی بنیاد پر انسانوں میں تفریق کی لعنت ہے، نسلی امتیاز اور قومیت وعلاقائیت کے تعصبات انتہا کو پہنچ چکے ہیں، یوروپ اور امریکہ جیسے حقوق انسانی کے دعویدار ملکوں میں کالے گوروں میں امتیاز عام ہے، گورے کالوں سے اس درجہ نفرت کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ کھانے میں تک عار خیال کرتے ہیں چنانچہ گوروں کی ہوٹلوں میں کالوں کا داخلہ ممنوع ہے، نبی نے سرے سے اس کا خاتمہ کردیا، آپ نے بتایا کہ انسانوں کے درمیان رنگ ونسل اور قومیت کی بنیاد پر تفریق در اصل انسانیت کے ساتھ ظلم ہے، سارے انسان آدم کی اولاد ہیں سب برابر کے حقوق رکھتے ہیں، انسانوں میں اگر فرق کیا جاسکتا تو وہ صرف اخلاق او کردار اور تقویٰ کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، آپ نے ایک ہی جھنڈے تلے صہیب رومی کو بھی لایا اور سلمان فارسی کو بھی، بلال حبشی کو عربوں کا سردار بنایا، نسلی امتیاز اور علاقائی عصبیت کی لعنت سے نجات سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ممکن ہے۔ موجودہ دور کا ایک عالمی مسئلہ بدعنوانی اور کرپشن کا ہے، اس وقت پوری دنیا اس لعنت میں گرفتار ہے کرپشن سارے نظام کو کھوکھلا کررہا ہے، ہمارا ملک تو بدعنوان ملکوں میں سرفہرست سمجھا تا ہے، جہاں بدعنوانی سیاسی زندگی کا جزو لاینفک سمجھی جارہی ہے، آئے دن اسکے مسائل منظر عام پر آرہے ہیں 2010ء تو حکومت کے لیے اسکنڈلوں کا سال رہا، G2 اسپکٹرم اسکام سوسائٹی اسکام کامن ویلتھ گیمز اسکام، پتہ نہیں کن کن ناموں کے اسکام سامنے آئے، بدعنوانی قوانین سے ختم نہیں کی جاسکتی اس کے لیے جب تک سیاست دانوں میں احساس جوابدہی نہ پیدا ہو، بدعنوانی کا خاتمہ ممکن نہیں۔ اسی طرح آج کا ایک اہم مسئلہ خاندانی نظام کا بکھراؤ اور معاشرتی زندگی کا عدم استحکام ہے جو اس وقت مغربی معاشروں کو تباہی کے دہانے پر پہنچا رہا ہے، اسلامی تعلیمات کے بغیر مستحکم خاندانی نظام ممکن نہیں، مغربی معاشرے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوچکے ہیں، شادیوں کا تصور ختم ہوتا جارہا ہے، 50 فیصد سے زائد نوجوان لڑکیاں کنواری مائیں بن رہی ہیں، بیشتر شادیوں کا انجام طلاق کی صورت میں ظاہر ہورہا ہے، مغربی ممالک کے بچے ماں باپ کی شفقت سے محروم ہیں، ماں باپ اولاد پر کنٹرول کھوتے جارہے ہیں، کامیاب خاندانی اور عائلی زندگی صرف اسلام اور سیرتِ رسول پیش کرتی ہے، مغرب اگر اپنی بقا چاہتا تو اسے معاشرتی زندگی کی نبوی تعلیمات کو اپنانا ہوگا، اسلام خاندان کے ہر فرد کے حقوق وفرائض کا ایک مکمل اور مربوط نظام رکھتا ہے اور عورت اور مرد میں سے ہر ایک کا دائرہ متعین کرتا ہے بہترین خاندان کی تشکیل کے لیے عورتوں پر گھریلو تربیت کی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ فحاشی وعریانیت اور جنسی بے راہ روی آج کے دور کا ایک انتہائی پیچیدہ مسئلہ بن چکا ہے، پوری دنیا اس کی لپیٹ میں ہے، مغربی ملکوں میں فحاشی کو قانونی درجہ حاصل ہوچکا ہے، آزادی کے نام پر انسانوں کو حیوانوں کی صف میں کھڑا کیا جارہا ہے، میڈیا جسے اچھے پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرنا چاہیے صرف غلاظتوں کی آماجگاہ بن چکا ہے، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کو اس لعنت سے بچا سکتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں حیا کو ایمان کا لازمی جز قرار دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے حیا باش وہرچہ خواہی کن، عورتوں کے لیے حجاب ضروری قرار دیا گیا، مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، بری نگاہ کو شیطان کا تیر قرار دیا گیا، بے حیائی اور عریانیت کے سبب اس وقت انسانیت ایڈز کی شکل میں عذاب الٰہی سے دوچار ہے،

الغرض اس مضمون میں موجودہ دور کے چند مسائل کا سرسری ذکر کیا گیا ہے، خلاصہ یہ کہ ہمارے سارے دردوں کا درماں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ہمارے سارے مسائل کا حل تعلیمات نبوی میں ہے آج کی انسانیت کو یہ راز کون بتائے؟ مسلمانوں پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، لیکن خود سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عاری مسلمان دوسروں کو کیسے تلقین کرسکیں گے، ربیع الاول میں صرف نعرے لگانے سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا نہیں ہوتا، بلکہ ہماری گردنوں پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو نبھانا پڑے گا، اپنے طرز عمل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا، ظاہری بے روح حرکات سے ہم دنیا والوں کو تو فریب دے سکتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کو فریب نہیں دے سکتے، آج کی انسانیت سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محرومی کے سبب تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے اسے بچانے کے لیے قوم رسول ہاشمی کو آگے آنا ہوگا۔

Scanned with CamScanner

کامیاب مدرس کی دس نمایاں خوبیاں

یریداحمد نعمانی

اسلام ہر جہت سے کامل و اکمل ہے۔اِس کے کمالات ومحاسن اور فضائل ومناقب میں سے ایک نمایاں خوبی اور ممتاز وصف ''علم وحی'' ہے۔قرآن وسنت نے جابجا مختلف مقامات پر حصولِ علم کی ترغیب دے کر، یہ امر واضح کردیا ہے کہ ایک عالم وعارف کبھی بھی کسی جاہل ونادان کے برابر نہیں ہوسکتا۔ان کے درمیان کسی مساوات وہم سری کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔یہ ''علم'' ہی ہے جس کی طرف سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں معلم واستاذ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' آج بھی جو حضرات تعلیم وتعلم سے منسلک اور وابستہ ہیں، ان کی حیثیت اور اہمیت مسلم ہے۔بقول حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ: ''تعلیم (دین) کی حالت دوسرے کاموں کے مقابلے میں ایسی ہے، جیسے انجن کا پہیہ کہ اس کے چکر پر تمام گاڑیوں کو حرکت ہوتی ہے۔اگر اس کی حرکت بند ہو جائے تو تمام گاڑیوں کی حرکت بند ہو جائے؛ مگر اس کی ضرورت کا احساس لوگوں کو نہیں ہوتا۔درس وتدریس (دین) سب محکموں کی روح ہے۔خواہ تقریر ہو، خواہ تحریر، خواہ تصنیف سب اسی تعلیم (دین) کی فرع ہیں؛ مگر اس وقت سب سے زیادہ اسی کو بے کار سمجھ رکھا ہے۔عام طور سے لوگوں کی نظر میں علماء کی وقعت کم ہے۔'' (تحفۃ العلماء 1/69)

مرورِ ایام نے جہاں طلبہ علوم دینیہ کو تن آسان، سہل پسند اور غفلت کا خوگر بنا دیا ہے، وہاں اساتذہ اور مدرسینِ علومِ نبویہ کی ذمہ داریاں اور ان کے بلند رتبہ مقام کے تقاضے بھی پہلے سے کئی گنا بڑھ چکے ہیں۔سستی، بے فکری اور عدم توجہی کی اس تاریک وسیاہ فضا میں وہ کون سے ایسے قابل توجہ اسباب وعوامل ہیں، جن کو برت کر ایک کامیاب مدرس ومعلم اپنے متعلّمین ومنتسبین کی صلاحیتوں کو دو آتشہ کرسکتا ہے؟ جن سے استفادہ کر کے وہ اپنے لیے کامیابی وکامرانی کی راہیں ہموار کرسکتا ہے؟ جن کی بنیاد پر امتِ بیضا کو معتبر رجال کار اور مستند افرادِ دین مہیا کیے جاسکتے ہیں؟ آیئے! ایک اجمالی مگر موثر انداز میں ان سوالات کا جواب تلاش کریں:

۱-وقت کی پابندی:

پابندیِ وقت ہر عقل مند انسان کی خوبی ہے۔تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنے اور کروانے کا بنیادی اصول مقررہ وقت کا بھرپور اور درست استعمال ہے۔اپنے وقت کی حفاظت اور اُسے تول تول کر خرچ کرنا ہی کامیاب تدریس کی جانب پہلا قدم ہے۔اس حوالے سے ذرا سی بے التفاتی وبے توجہی اور تساہل نہ صرف علمی، عملی اور اخلاقی رویے کے منافی ہے؛ بلکہ زیرِ تدریس شاگردوں پر بھی اس کے برے اور منفی اثرات پڑ سکتے ہیں۔جو یقیناً ان کے بہتر مستقبل کے حوالے سے زہرِ قاتل ہے۔وقت کا التزام یہ تو اچھی اور قابلِ تحسین عادت ہے؛ البتہ اپنے گھنٹے سے قبل دوسرے استاد کے گھنٹے کا وقت لیا جائے اور نہ ہی مقررہ وقت ختم ہونے کے بعد دوسرے مدرس کے اوقات میں بے جا دخل اندازی کی جائے۔متعین ساعتوں میں اپنی بات سمیٹنا اور تکمیل تک پہنچانا اخلاقاً وشرعاً ایک مدرس کی ذمہ داری ہے۔

۲-تفہیم سے قبل تفہّم:

وقت کو معتدل انداز میں اسی وقت اپنے لیے کارآمد اور مفید بنایا جاسکتا ہے، جب آپ تعلیم گاہ میں جانے سے پہلے متوقع سبق کو خوب اچھی طرح دیکھ چکے ہوں۔بسا اوقات عبارت میں کسی قسم کی غلطی وابہام کی وجہ سے صحیح معنی اور مفہوم اخذ نہیں ہو پاتا؛ چنانچہ اس مرحلے کو اگر پہلے ہی عبور کرلیا جائے تو یقیناً آپ مکمل اطمینان وسکون کے ساتھ طلبہ کو سمجھا سکتے ہیں۔اسی طرح عبارت کے مالھا وما علیہا کی آگاہی اور واقفیت سے افہام کا راستہ آسان اور سہل ہو جاتا ہے۔سبق کی روانی اور رفتار بھی متاثر نہیں ہوتی۔یاد رکھئے! سمجھانے سے قبل سمجھنا، بولنے سے پہلے سوچنا اور کرنے سے پیشتر نتائج پہ نظر رکھنا، آپ کے اندازِ تدریس اور معیارِ تعلیم پر خوش گوار اور دیرپا اثرات ڈال سکتے ہیں۔

۳-اسلوبِ تعلیم:

ہر انسان کو خالق کائنات نے مختلف خوبیوں اور محاسن سے نوازا ہے۔یہ ضروری نہیں کہ ایک اچھائی اور خوبی کسی انسان میں ہو تو لازماً دوسرے فرد میں بھی پائی جائے؛ مگر چند ایسی صفات ضرور ہیں جو مشترکہ طور پر ہر انسان کو قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہیں۔یہ الگ بات ہے کہ کون کتنا اور کس خوبی سے اس کو اپنے تصرف میں لا کر اپنے لیے ترقی کی منزلیں قریب کرتا ہے۔ایک مقبول اور ہردل عزیز استاذ کی پہچان اور اُس کا تعارف یہ ہے کہ وہ سبق اور درس کو شاگردوں کے ذہن وفہم کے قریب لے آئے۔یہ قرب ونزدیکی اس قدر ہو کہ کوئی طالب علم اُس کتاب وسبق سے وحشت وتنگی اور بُعد محسوس نہ کرے؛ لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ جواب بہت سیدھا اور آسان ہے۔درس ہمیشہ ''تقطیع اور تجزی'' کے اصول پر پڑھایا جائے۔یعنی دانش گاہ میں قدم رکھنے سے قبل ہی آپ ذہناً اس بات کو مستحضر کرلیں کہ آج میرے سبق میں کتنی باتیں، کتنے مباحث، کتنے فائدے اور کتنے نکات ہوں گے؟ اس تعین وتحدید کے بعد عبارت پر ان کو منطبق کردیں۔انشاء اللہ العزیز کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

۴-طلبہ کی استعداد:

بلاشبہ ہر اچھے مدرس کی تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ اس کے طلبہ علمی لیاقت اور فنی استعداد میں مضبوط اور پختہ ہوں۔اس خواہش کے شگوفے اسی وقت چٹکیں گے، جب آپ طلبہ کو بھی اپنی تدریسی عمل کا حصہ بنالیں۔اس کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ: روزانہ کی بنیاد پر اُن سے عبارت خوانی کروائی جائے۔''سب نہ سہی، ایک سہی، زیادہ نہ سہی، مختصر سہی'' کے اصول اور ضابطے کو سامنے رکھ کر چلا جائے تو بہت کچھ پایا جاسکتا ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ: گزشتہ سبق کا حتی الامکان اعادہ کروائیں، چاہے خود سن کر یا آپس میں تقسیم کر کے۔تیسری صورت یہ ہے کہ: ہفتے دو ہفتے میں سابقہ خواندگی کا سرسری لیکن تنقیدی جائزہ لیں۔ان امور کی رعایت سے استاذ کے ذہن میں خود بھی نئی نئی باتیں اور اچھوتے خیالات جنم لیتے ہیں، جو عمل کی بھٹی سے نکل کر کُندن کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ضرورت ہے فقط ہمت اور حوصلہ کی۔

۵-مصطلحاتِ فن اور طلبہ:

اولین اور بنیادی درجات میں اس بات کا التزام ولحاظ رکھا جائے کہ طلبہ کو صرف ونحو، فقہ واصولِ فقہ، اصولِ تفسیر وحدیث اور منطق وبلاغت کے مصطلحات واصطلاحات خوب ازبر ہوں۔شروع میں اس اہم اور طالب ریاضت مرحلے کو نظرانداز کردینے کا نقصان آخر تک نظر آتا ہے۔ابتدائی طالب علموں کے اذہان وافکار اُس خام مال کی طرح ہیں، جسے ماہر اور موقع شناس کاریگر کسی بھی عمدہ سانچے اور خوبصورت ظرف میں ڈھال سکتا ہے؛ چنانچہ اس وقت کا معیاری اور کامیاب استعمال اسی صورت ممکن ہے۔جب اُن تازہ ذہنوں کو ماہر ومشاق مدرس اپنے متعلقہ فن کی موٹی موٹی تعریفات مثالوں کے ساتھ یاد کرادے۔جو آگے چل کر ان کے لیے مطولات کے سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

۶-علمی تشنگی کی آبیاری:

حدیث مبارکہ میں رسول معلّم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور نکتہ رس سوال کو ''آدھا علم'' فرمایا ہے۔سوال یہ ہے کہ طالبانِ علومِ نبوت میں یہ علمی پیاس اور تشنگی کا ذوق وشوق کیسے اور کیوں پیدا ہوسکتا ہے؟ یا کیا جاسکتا ہے؟ اس کا حل احادیث مبارکہ کی کتب میں موجود ہے۔حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سے ایک سوال فرمایا، کسی کو جواب نہ آیا۔میں جان گیا کہ اس سوال کا کیا جواب ہے؛ لیکن شرم وحیا اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے، مجھے بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الرسول المعلم'' میں مندرجہ حدیث شریف کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں: ''استاذ کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے متعلّمین ومستفیدین سے ازخود سوال کرے۔جس کے ذریعے ان کے اندازِ فہم کی جانچ وپرکھ کے ساتھ ساتھ، ان میں غور وفکر اور سوچ وبچار کی جانب رغبت وشوق پیدا کرنے کی کاوش شامل ہو۔اگرچہ معلم طلبہ کے سامنے اس بات کو اس انداز میں بیان کرچکا ہو، کہ وہ اپنی کم فہمی اور ناسمجھی کی بنا پر اس سوال کی گہرائی اور حقیقت تک نہ پہنچ سکے ہوں۔'' (ص108)

۷-دورانِ درس ناصحانہ کلمات:

والد اور استاذ کے مابین کلیدی فرق وامتیاز یہ ہے کہ باپ اپنے بچے کی مادی اور ظاہری وجسمانی نشوونما کرتا ہے؛ جب کہ ایک مشفق ومہربان استاذ اپنے شاگرد کی باطنی اور روحانی تربیت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ہر باصلاحیت معلم اور جوہر شناس استاذ کی نظر ہمہ وقت اپنی روحانی اولاد کی سیرت وکردار پہ رہتی ہے، اور کیوں نہ ہو؟ کہ اس قیمتی اور زریں دور کی کمی اور کجی پوری عمر کا روحانی روگ بن سکتی ہے؛ اس لیے ضرورت ہے کہ حقیقت پسند اور نفسیات شناس مدرس اپنے آپ کو فقط کتاب کی تدریس وتعلیم تک محدود نہ کرے؛ بلکہ دورانِ درس کوئی نصیحت آموز کلمہ، کوئی فکر انگیز واقعہ، کوئی نظریہ ساز جملہ کہہ کر اپنے زیرِ تربیت نونہالوں کی عملی زندگی کا دھارا بدلنے میں مثبت اور نتیجہ خیز کردار بھی ادا کرے۔

۸-معتدل مزاجی:

طلبہ کے ساتھ اعتدال، میانہ روی اور دوستانہ رویہ، ان کی فکری، علمی اور ذہنی صلاحیتوں کو ابھارنے اور نکھارنے میں بے حد مفید ومعاون ثابت ہوتا ہے۔جہاں خشک مزاجی، بے جا غصے کا اظہار اور حدِ اعتدال سے بڑھی ہوئی سختی اور تشدد آپ کو طالب علم سے دور کردیتی ہے، وہاں افراط کی شکار نرمی، طبیعت میں عدم سلیقے کا عنصر اور طلبہ سے فضول گپ شپ بھی درس گاہ کے عمومی اور آپ کے پڑھانے کے خصوصی ماحول کو متاثر وبدنما کرتی ہے۔ایسی فضا اور ماحول جس میں توسط واعتدال کا رنگ نمایاں ہو، آپ کی ذہنی پختگی اور بہترین انتظام کا مظہر سمجھی جائے گی۔ورنہ اس معاملے میں کسی بھی قسم کی کمی یا کوتاہی سے پیدا ہونے والے نتائج کا سدِ باب ناممکن اور محال ہے۔

۹-طلبہ میں امتحانی شعور اُجاگر کرنا:

ایک کسان کے لیے انتہائی خوشی اور مسرت کا سب سے بڑا لمحہ وہ ہوتا ہے، جب اسے اپنے ہاتھوں بویا ہوا بیج ..... ایک لہلہاتی، ہوا کے دوش پر لچکتی اور ہری بھری فصل کی صورت میں نظر آتا ہے۔بالکل اسی طرح صاحبِ دل استاذ کے لیے راحت اور عزت کا مکمل سامان اس وقت میسر ہوتا ہے، جب اس کے ہونہار طلبہ امتیازی اور نمایاں حیثیت ومرتبہ حاصل کریں۔اگرچہ امتحان دینا شاگرد اور متعلّم کا کام ہے؛ مگر اس کی تیاری کے لیے لائحہ عمل، طریقہ امتحان کی وضاحت اور لکھنے کے ڈھنگ کی صورت گری جیسے مراحل استاذ کے ہاتھوں ہی وقوع پزیر ہوتے ہیں۔جائزہ چاہے تحریری ہو یا تقریری۔ہر دو کے لیے چند راہ نما اور سودمند ہدایات بتلانے سے طالب علم کا حوصلہ بڑھتا ہے، اسے ڈھارس ملتی ہے، اسے یقین ہو جاتا ہے کہ ایک قوت میری سرپرستی اور راہ دکھلانے والی موجود ہے۔اس احساس کا منطقی نتیجہ بہت خوش گوار اور فرحت بخش ہوتا ہے۔

۱۰-اساتذہ میں باہم جوڑ واتفاق:

کوئی ادارہ، جماعت اور معاشرہ ایک فرد وانساں سے مکمل نہیں ہوتا۔مختلف مزاج اور متفرق طبیعتیں مل کر ہی کسی مدرسہ، اسکول اور گھر کو وجود بخشتی ہیں۔ان الگ الگ مزاجوں اور طبیعتوں کا کسی امر پر متفق ومتحد ہو جانا، اُس کی پائیداری، مضبوطی اور پختگی کے لیے بنیادی وکلیدی اہمیت رکھتا ہے۔اس کے برعکس افتراق وانتشار، فتنہ وفساد اور ٹوٹ پھوٹ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔قابل، محنتی اور مخلص استاذ ہمیشہ ایثار پیشہ، منکسر النفس اور اعمال صالحہ کا حریص ہوتا ہے۔اس کی ابتدا سے یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کی ذات، کردار اور شخصیت؛ مدرسہ، اسکول اور ادارے کے مجموعی ماحول کے لیے تکدر اور خرابی کا باعث وسبب نہ بنے۔اس کے کسی قول وعمل سے دوسرے کی دل آزاری اور دل شکنی نہ ہو۔ایک شخص اور فرد کا یہ عزم، ارادہ اور نیت پورے ادارے اور جماعت کے استحکام ودوام کا ذریعہ بن سکتا ہے۔وگرنہ ایک چنگاری ہی پورے ڈھیر کو راکھ بنا دینے کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔اللہ رب العزت ہم سب کو صحیح معنوں میں دین کا خادم وسپاہی بنائے! آمین۔

Scanned with CamScanner

میلکم ایکس قتل کیس ؛ 56 برس بعد دو مسلمان بری

امریکہ میں انسانی حقوق کے علمبردار میلکم ایکس قتل کیس میں دو مسلم ملزمان کو 56 برس کے بعد ایک عدالت نے بے قصور قرار دیا۔ عدالت کا کہنا ہے کہ ملزمین ''انصاف کی تاریخی موت'' کا شکار ہو گئے۔ امریکہ میں انسانی حقوق کے علمبردار میلکم ایکس کا سن 1965 میں قتل کر دیا گیا تھا۔ محمد عزیز اور خلیل اسلام کو ان کے قتل کا قصوروار قرار دیا گیا تھا۔ انہوں نے اپنے اوپر عائد الزامات کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کر رکھا تھا۔ اب 56 برس بعد نیویارک کے ڈسٹرکٹ جج سائرس وینس نے گزشتہ روز اپنے فیصلے میں کہا کہ شواہد کی بنیاد پر وہ ان دونوں ملزمین کو بے قصور قرار دیتے ہیں۔ جج وینس نے تسلیم کیا کہ محمد عزیز اور خلیل اسلام کو غلط سزائیں سنائی گئی تھیں، وہ دونوں بے قصور تھے اور یہ دونوں افراد ''انصاف کی تاریخی موت'' کا شکار ہو گئے۔ وینس نے بعد میں نیویارک ٹائمز کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے کہا: ''یہ دونوں جس انصاف کے مستحق تھے وہ انہیں نہیں ملا۔ ہم اس کے علاوہ اور کیا اعتراف کر سکتے ہیں کہ غلطی ہوئی، ایک سنگین غلطی۔'' واضح ہو کہ خلیل اسلام 12 برس قبل ہی وفات پا چکے ہیں۔ محمد عزیز نے فیصلے کے بعد کہا کہ انہیں ایسے بدعنوان نظام کا سامنا کرنا پڑا جسے امریکہ میں سیاہ فام بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ یہ عدالتی نظام اس نقصان کی بھی ذمہ داری قبول کرے جو انہیں 55 برس تک بھگتنا پڑا۔

نیویارک ٹائمز کے مطابق مینہیٹن ڈسٹرکٹ جج کے دفتر اور وکلاء نے 22 ماہ تک مشترکہ طور پر اس کیس کی تفتیش کی۔ انہوں نے پایا کہ استغاثہ، ایف بی آئی اور نیویارک محکمہ پولیس نے ایسے شواہد کو چھپایا جن کی بنیاد پر یہ دونوں افراد بے قصور قرار پاتے۔ مینہیٹن کے جج ایلین بائبن نے جمعرات کے روز عزیز اور خلیل کو باضابطہ طور پر بے قصور قرار دے دیا۔

میلکم ایکس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟

فروری 1965 میں موت سے تقریباً ایک برس قبل انسانی حقوق کے علمبردار میلکم ایکس نے نیشن آف اسلام نامی تنظیم کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ بعد کے مہینوں میں تنظیم نے میلکم ایکس کو دھمکیاں دینا شروع کر دی تھیں اور اپنے قتل سے چند ہفتے قبل انہوں نے بعض دوستوں سے کہا تھا کہ ان کو ایسا لگتا ہے کہ نیشن آف اسلام کی قیادت انہیں مار ڈالنا چاہتی ہے۔ اکیس فروری کو جب وہ ایک خطاب کرنے کی تیاری کر رہے تھے، تبھی بندوق برداروں کے ایک گروپ نے ان پر فائرنگ کر دی۔ بعض عینی شاہدین نے ان بندوق برداروں کی شناخت محمد عزیز، خلیل اسلام اور عبدالحلیم کے طور پر کی۔ عزیز اور خلیل کا کہنا تھا کہ وہ واردات کے وقت موقع پر موجود ہی نہیں تھے، حلیم نے گولی چلانے کا اعتراف کیا اور ان کا کہنا تھا کہ دیگر دونوں ملزمین بے قصور ہیں، تاہم انہوں نے اپنے اصل ساتھیوں کے نام پولیس کو نہیں بتائے۔ واشنگٹن میں کام کرنے والے وکیل جینے روسی کا کہنا ہے کہ یہ کیس ''تعصب کی بنیاد پر شواہد کی تصدیق کے حوالے سے قانون نافذ کرنے والے افراد کی ایک کلاسک مثال ہے۔'' روسی نے ڈی ڈبلیو سے بات چیت کرتے ہوئے کہا: ''ان کے سامنے تین افراد تھے محمد حلیم، محمد عزیز اور خلیل اسلام اور انہوں نے لیزر بیم کی طرح ان تینوں پر ہی اپنا نشانہ مرکوز رکھا اور ولیم بریڈلی نامی ایک دیگر سازشی کو نظر انداز کر دیا۔ یہ دراصل غلطیوں کا ڈرامہ تھا جس میں شواہد کے کلچر کا یکسر فقدان تھا۔'' محمد عزیز، جن کی عمر اب 83 برس ہو گئی ہے، کو 1966 میں تاحیات عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی تاہم 1985 میں رہا کر دیا گیا۔ خلیل اسلام کو بھی عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی لیکن 1987 میں رہا کر دیا گیا۔ البتہ 2009 میں ان کی موت ہو گئی۔ دونوں اپنی بے گناہی کا مسلسل اصرار کرتے رہے تھے۔

محمد عزیز نے ایک بیان میں کہا: ''ان کے ساتھ جو کچھ ہوا خدا نہ کرے کسی اور کے ساتھ ہو۔ وہ ایک بدعنوان عدالتی نظام کا شکار ہو گئے، جس سے ہر کوئی واقف ہے۔ یہ نظام سن 2021 میں بھی برقرار ہے۔'' انہوں نے مزید کہا: ''گو کہ مجھے عدالت، وکیل یا کاغذ کے کسی ایسے ٹکڑے کی ضرورت نہیں جس میں میری بے گناہی درج ہو۔ لیکن میں خوش ہوں کہ میرا خاندان، میرے دوست اور وکلاء اور دیگر افراد نے اس مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا اور میری بے گناہی بہرحال سب کے سامنے آ گئی۔'' وکیل جینے روسی کا خیال ہے کہ اس ناانصافی کے باوجود پولیس افسران کو شاید ہی کسی قانونی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے۔ انہوں نے تاہم کہا کہ اس سے ہمیں یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ انصاف کے ساتھ کھلواڑ کرنے کی وجہ سے کس طرح دو بے گناہ افراد کو 20 برسوں تک جیل میں رہنا پڑا۔ (بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

اسلام نے میری زندگی بچائی؛ ایک نو مسلمہ کے قبول اسلام کی داستان

پرسیفون رضوی ایک پارٹی گرل تھی، ان کے ویک اینڈ کلبوں میں پارٹی کرتے گذرتے تھے، لیکن وہ اس زندگی سے خوش نہیں تھی۔ بی بی سی تھری کی ڈاکومینٹری میں وہ بتاتی ہیں کہ کیسے قبولِ اسلام نے ان کو ایک نئی اور بامقصد زندگی عطا کی ہے۔

قبول اسلام کے بعد ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا کہ جب میں نوجوان تھی تو میں ایک بہت لاپرواہ اور بے ہنگم انسان تھی، اختتام ہفتہ بس پارٹی ہوتی تھی، دن اس میں گزر جاتے تھے کہ کلب میں گھسنے کے لیے کس کی شناخت استعمال کرنی ہے، کونسا لباس زیب تن کرتا ہے۔ پھر پارٹی پر جانے سے پہلے شراب نوشی، کلب میں پارٹی صبح چار پانچ بجے تک چلتی، جب وہاں سے نکالا جاتا تو کسی کے گھر میں جا کر پارٹی ہوتی۔ رات بھر پارٹی کرنے کے بعد اگلے روز سو کر اٹھتی تو سر درد ہو رہا ہوتا تھا۔ مجھے یاد ہے میری کئی بار لڑکیوں سے لڑائی ہوئی اور مجھ پر جلتے ہوئے سگریٹ بھی پھینکے گئے۔ لیکن جب یہ سب کچھ حد سے بڑھ گیا تو پھر اسے رکنا ہی تھا۔ میں ایسے حالات سے گذر رہی تھی جو جذباتی طور پر بہت تھکا دینے والے تھے۔ میں ان حالات سے فرار کے لیے شراب کا سہارا لے رہی تھی۔ میری زندگی بے مقصد تھی، مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ پھر میں مسلمان ہو گئی۔ یونیورسٹی جانے سے ایک سال پہلے میں نے ایک کال سنٹر میں نوکری کی۔ وہاں میری ایک مسلمان سہیلی تھی جس کا نام حلیمہ تھا، میں نے حلیمہ کے ساتھ پہلی بار روزہ رکھا، یہ مذہب اسلام سے میری پہلی مڈبھیڑ تھی۔ جب میں نے پہلی بار روزہ رکھا تو میں اسلام قبول کرنے کے بارے نہیں سوچ رہی تھی۔ روزہ تو میں نے خود کو چیلنج کرنے کے طور لیا تھا۔ میں نے سوچا روزے صرف 30 ہی تو ہیں، میں بھی روزہ رکھ سکتی ہوں۔

جب میں نے روزے رکھنے شروع کیے تو میں اس وقت بھی شراب نوشی کر رہی تھی، پارٹیوں میں بھی جاتی تھی لیکن پھر مجھے میں تبدیلی آنا شروع ہوئی۔ پھر مجھ میں ایسے خیالات ابھرنے لگے، کہ میں اس سے بہتر ہوں جو میں اب ہوں۔ ایک مہینے کے روزوں نے مجھے میں اخلاص اور تشکر کے جذبوں کو جنم دیا۔ روزوں کے تجربے نے مجھے ذاتی تحفظ کا ایک ایسا پیکج فراہم کیا جس کی مجھے اشد ضرورت تھی۔ یہ وہ موقع تھا جب میں اسلام کی طرف راغب ہوئی۔

جب میں بڑی ہو رہی تھی تو ہم باقاعدگی سے سنڈے سکول جاتے تھے۔ میرے والدین اور میری بڑی بہن چاہتی تھیں کہ مجھے اپنے عقیدے کا پتہ ہو۔ میرے والد ایک سیاہ فام برطانوی شہری ہیں جو ہمیشہ چرچ جاتے تھے۔ میری والدہ چاہتی تھیں کہ مجھے اپنے عقیدے کے بارے میں معلومات ہوں لیکن انھوں نے مجھے کبھی مجبور نہیں کیا، والدین کو ڈر تھا کہ ان کی بیٹی بدل جائے گی لیکن ان کی بیٹی پہلے سے زیادہ مؤدب اور ہمدرد ہو گئی ہے۔ یونیورسٹی کے پہلے سال میں اسلام کے بارے میں تحقیق کر رہی تھی اور میں سنجیدگی سے اسلام قبول کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ جب میں یونیورسٹی سے واپس سیلفورڈ میں اپنے والدین کے پاس آتی تھی تو وہ اسلام کے بارے میں میری دلچسپی سے لاعلم تھے۔ میں نے اس کو تقریباً چھپائے رکھا اور پھر ایک روز سکارف پہنے گھر میں داخل ہوئی کہ میں اب مسلمان ہوں چکی ہوں۔ میرے والدین حیران و پریشان ضرور تھے لیکن وہ ناراض نہیں تھے، انھوں نے میرے انتخاب کے بارے سوالات اٹھائے، وہ چاہتے تھے کہ میں صحیح فیصلہ کروں۔ میرے والد کا خیال تھا کہ میں بہت جذباتی ہو رہی ہوں۔ اور جب اب میں اس کے بارے میں سوچتی ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ میں زیادہ معتدل نہیں تھی۔ میں قرآنی احکامات کی صحیح تشریح کو سمجھے بغیر ہر چیز کتابی انداز میں کرنا چاہتی تھی، میں ہر چیز عقیدے کے مطابق کرنا چاہتی تھی۔

اب مرد مجھے تنگ نہیں کرتے، میں حجاب پہنتی ہوں۔ میں نے ایسے لباس پھینک دیئے جنھیں میں اب نامناسب سمجھتی تھی، میں نے نقلی ناخن اتار پھینکے اور سوشل میڈیا پر اپنا نام تبدیل کر لیا، میں نے ایسی تمام تصاویر کو سوشل میڈیا پلیٹ فارمز سے ہٹا دیا جو میرے خیال میں نامناسب تھیں اور فیس بک کا نیا پیج تیار کیا، میں نے سوچا کہ مغربی لباس حرام ہے، میں سوچتی تھی کہ میں ایسے لوگوں کے قریب نہیں رہ سکتی ہوں جو شراب نوشی کر رہے ہوں، میں نے ایسی جگہوں پر جانا ختم کر دیا جہاں مرد اور عورت دونوں ہوتے تھے، اس وقت میں اپنے مذہبی رجحانات کے بارے میں کھل کر بات نہیں کرتی تھی اور کوئی مجھ سے اس بارے میں سوال کرتا تو میں مجھے اچھا نہیں لگتا تھا۔

جب سے میں اپنا لباس تبدیل کیا ہے تو میں بڑی آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہوں، مجھے کوئی نہیں روکتا، پہلے جب میں یونیورسٹی جا رہی ہوتی تھی مجھے دس منٹ کی واک کے دوران پانچ بار روکا جاتا تھا۔ اب مرد مجھے بالکل تنگ نہیں کرتے۔ میں ابھی یونیورسٹی میں ہی تھی جب میں نے باقاعدہ طور پر اسلام قبول کیا۔ میں نے اس کی کوئی منصوبہ بندی نہیں کی تھی۔ میں ایک روز سیلفورڈ کی مسجد میں امام کے لیے کچھ سوالات لے کر گئی۔ امام نے میرے تمام سوالوں کے جواب دیئے اور کہا کہ جو میں پڑھ رہا ہوں، وہ تم بھی ادا کرو۔ جب میں نے ایسا کیا تو امام نے کہا: ''مبارک ہو اب آپ مسلمان ہیں۔ میں بہت جذباتی ہو گئی، لیکن خوش تھی کہ آخر کار یہ ہو گیا۔ مسلمان کیمونٹی نے میرا خیر مقدم کیا۔ میں کچھ ایسے دوستوں سے ملی جو اب میرے زندگی بھر کے دوست ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ بہناپا (سسٹرہڈ) کیا ہوتا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے بغیر کسی جھجک سے بات کر سکتے ہیں۔ مشکل وقت میں ہم ایک دوسرے کی دلجوئی کرتے ہیں۔ میرے دوست میرے سب سے مضبوط سہارا ہیں۔ ہم نے یہ سیکھا ہے کہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کے گرد کون لوگ ہیں۔ میرے والدین میرے بہت مددگار ہیں۔ انھوں نے کئی بار میرے ساتھ روزہ بھی رکھا ہے۔ ان کا واحد خدشہ یہ تھا کہ ان کی بیٹی شاید وہ نہ رہے جسے وہ جانتے تھے۔ لیکن اب وہ برسوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ان کی بیٹی وہی ہے، لیکن دوسرے روپ میں جو پہلے سے زیادہ مؤدب، پرسکون اور اپنے آپ پر مہربان اور اس حقیقت سے آگاہ کہ آپ کے اقدام سے آپ کے ارگرد کے لوگ کیسے متاثر ہوتے ہیں۔

میں نے اب شراب بالکل چھوڑ دی ہے۔ ماضی میں شراب کے نشے میں دھت ہو کر میں نے بہت ہی تاریک جگہوں کو دیکھا ہے۔ ایک بار جب میں کچن کے فرش پر ننگے سوئے رہنے کے بعد جب اٹھی تو مجھے محسوس ہوا کہ مجھے کچھ تبدیل کرنے کی ضرورت ہے، میں شراب کے نشے میں بہت آگے چلی گئی تھی۔ یہ میرے لیے جہنم بن چکا تھا۔ میں اسی لیے کہتی ہوں کہ اسلام نے میری زندگی بچائی ہے۔ اب میں تاریک لمحات سے بہتر طور پر نمٹ سکتی ہوں۔ اگر میں مسلمان نہ ہوتی تو میں اس طرح اپنی ذہنی، جسمانی صحت کے مسائل پر قابو نہ پا سکتی۔ (بحوالہ بی بی سی لندن)

بقیہ.....اب تک وہیں کھڑا ہوں جہاں سے.... معاشرے سے وہ ساری بدعنوانیاں کافور ہو گئیں، جنہوں نے انسانوں کی زندگی کو جہنم بنا کر رکھ دیا تھا۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں ساری خرابیاں اپنی ذات اور اپنے گھر سے باہر نظر آتی ہیں، اسی پر تنقید و تعریض کرنے، ان کو ہدف ملامت بنانے اور ان کی بنا پر دوسروں کو برا بھلا کہنے میں ہمارا سارا زور بیان صرف ہوتا ہے، لیکن یہ خیال کبھی مشکل ہی سے آتا ہے کہ ہماری ذات اور ہمارا گھر بھی کسی تبدیلی کا محتاج ہے، دیندار افراد کا حال یہ ہے کہ ان کے گھر کا ماحول رفتہ رفتہ زمانے کی بری ہواؤں سے متاثر ہو رہا ہے، اور وہ ایک ایک کر کے مغربی تہذیب کی تمام لعنتوں کے آگے سپر ڈالتے جا رہے ہیں، گھر کی خواتین کے دل سے پردے کی اہمیت کا احساس اٹھ رہا ہے، مگر انہیں فہمائش کرنے کی بجائے چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ حلال وحرام کی تمیز اٹھ چکی ہے، اور حرام کمائی سے نفرت کا کوئی شائبہ دل میں باقی نہیں رہا۔

معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن اس وقت جس پہلو کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اصلاح معاشرہ کے علمبردار، خواہ وہ حکومت سے تعلق رکھتے ہوں یا عوامی انجمنوں اور اداروں سے اگر ان کے دل میں ملت کا درد، اور قوم کی فکر ہے، اگر واقعتاً ان کا دل مسلمانوں کی حالت زار پر تڑپتا ہے تو ان کا فریضہ یہ ہے کہ وہ آگے بڑھنے سے پہلے خود اپنے اور اپنے گھر کے حالات کا جائزہ لیں، ایک مرتبہ ہمت کر کے اپنے گھروں کو ان لعنتوں سے پاک کر ڈالیں جو ہمارے معاشرے کو گھن کی طرف چاٹ رہی ہیں، اس کے بعد جب وہ اصلاح کی مہم لے کر آگے بڑھیں گے تو نہ صرف یہ کہ ان کی بات میں اثر ہوگا، بلکہ ان کا ایک ایک عمل اور ایک ایک انداز لوگوں پر اثر انداز ہو سکے گا، ورنہ یہ قوم وعظ اور بے روح اپیلیں مدت دراز سے سن رہی ہے، ان بے روح اپیلوں میں یہ طاقت نہیں کہ وہ وقت کے دھارے کو موڑ سکیں۔

Scanned with CamScanner

بدلتے موسم میں بچوں کی حفاظت

بدلتا ہوا موسم اپنے ساتھ نہ صرف ملبوسات اور کھانے پینے کی تبدیلی لے کر آتا ہے بلکہ ساتھ ہی مزاج اور طبیعت پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، موسم کی تبدیلی خصوصاً بچوں کی طبیعت پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔

موسم کی تبدیلی آغاز میں اپنے ساتھ کچھ بیماریاں اور مسائل لے کر آتی ہے۔ یہ موسم دن میں گرمی اور رات میں سردی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ درجہ حرارت کی یہ تبدیلی صحت پر کافی برے اثرات مرتب کر سکتی ہے۔ ان اثرات سے بچنے کیلئے اگر کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کر لی جائیں تو ایک موسم سرما کو صحت مند طریقے سے گزارا جا سکتا ہے۔

بدلتے موسم کے ساتھ بیماریوں کی آمد

سرد موسم اپنے ساتھ لاتا ہے کھانسی، نزلہ، زکام، بخار اور نمونیہ جنہیں عام طور سے موسمیاتی بیماریاں کہا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ کچھ جراثیم اور وائرس پہلے سے ہی مختلف بیماریوں کا سبب بن رہے ہوتے ہیں۔ جیسے اس وقت ڈینگی بخار ہے جس کا شکار ہر عمر کے لوگ ہو رہے ہیں۔

عام طور پر یہ وہم کیا جاتا ہے کہ سردی کا موسم ہی بیماریوں کی وجہ ہے جبکہ ایسا نہیں، انسان ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے بیمار نہیں ہوتا بلکہ مخصوص جراثیم ہوتے ہیں جو صرف ٹھنڈ میں ہی نشو ونما پاتے ہیں اور موسم سرما آتے ہی یہ فعال ہو جاتے ہیں۔

موسم کی مناسبت سے مناسب کپڑوں کا استعمال ضروری ہے جس سے موسم کی شدت سے بچا جا سکے۔ گرمیوں میں ٹھنڈے اور سردیوں میں گرم کپڑے پہننے چاہئیں۔

صفائی کو فوقیت دیں

صفائی کا تعلق کسی ایک موسم سے نہیں ہے بلکہ ہر موسم میں صفائی کو اختیار کرنا چاہیے۔ موسم کی تبدیلی کے ساتھ ہی اگر صفائی پر خصوصی زور دیا جائے تو اس موسم میں پھیلنے والے جراثیم اور وائرس سے بچا جا سکتا ہے۔ ارد گرد کے ماحول میں صفائی کے ساتھ ساتھ جسمانی صفائی بھی بہت ضروری ہوتی ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پانی سے سرسری طور پر ہاتھ دھو لینا کافی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ پانی کے ساتھ ساتھ صابن کا استعمال کرتے ہوئے ہاتھ رگڑ کر دھونا چاہیے۔ خاص طور سے بچوں کو کھانا کھلاتے ہوئے صفائی کا خصوصی خیال رکھیں۔ بچوں کیلئے کھانے پینے کی اشیاء، ان کے برتن، کھانا پکانے اور کھلانے سے پہلے ہاتھوں کی صفائی، بچوں کے کھیلنے کی جگہ اور ان کے کھلونوں کی صفائی یہاں تک ان کے بستر کی بھی صفائی کا خیال ضروری ہے۔ ٹھنڈے موسم میں بچوں کو بے شک روزانہ نہلائیں لیکن کچھ عرصے بعد بچوں کی صفائی کیلئے گرم پانی کا استعمال کرتے ہوئے انہیں نہلانا ضروری ہے۔

سردیوں کیلئے مخصوص تیاری

بچوں کو سردیوں کیلئے موسم کی مناسبت سے کپڑے پہنائیں۔ اس معاملے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ گھر اور گھر سے باہر موسم سرما میں درجہ حرارت بھی مختلف ہوتا ہے۔ گھر کے اندر بچوں کے کپڑوں کا خیال رکھیں لیکن انہیں کپڑوں میں بالکل لپیٹ نہ دیں۔ گھر سے باہر جاتے ہوئے بچوں کیلئے موسم کی مناسبت سے کپڑوں کا انتظام رکھیں۔

گھر میں ہوا کی گزر کا خیال رکھیں

سردی کے موسم کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ گھر کو مکمل طور پر بند کر دیا جائے۔ تازہ ہوا کے گزر کا مناسب انتظام ہونا چاہیے۔ مکمل طور پر بند گھر بھی بیماریوں کا سبب بن سکتا ہے۔

بچوں کیلئے دھوپ ضروری ہے

کھلی آب و ہوا اور دھوپ بچوں کیلئے بہت ضروری ہے۔ کوشش کریں کہ بچوں کو روز کم سے کم 15 سے 20 منٹ دھوپ اور کھلی ہوا میں لے کر جائیں یا جب بھی موقع ملے بچوں کو باہر کھلی ہوا میں لے جائیں۔ اس سے بچوں کا مدافعتی نظام بہتر ہونے میں مدد ملتی ہے۔

موسمی پھل کا استعمال کریں

کھانے پینے کے معاملے میں یاد رکھنا چاہیے کہ کچھ ٹھنڈا یا گرم نہیں ہوتا۔ نارنگی، کینو اور موسمی ٹھنڈے ہونے کے باوجود موسم سرما میں ہی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر موسم میں موسمی پھلوں کا استعمال ضرور رکھیں۔ جوس والے پھل اس لیے بھی ضروری ہوتے ہیں کہ سردی میں ویسے ہی پانی کم پیا جاتا ہے تو اس کی کمی ان جوس والے پھلوں سے کسی حد تک پوری ہو جاتی ہے، ساتھ ہی ان میں وٹامن سی ہوتے ہیں جو بیماریوں سے بچاؤ میں مددگار ہوتا ہے۔ انار خون بنانے کیلئے مفید ہوتا ہے۔ سرد موسم میں گاجریں بھی دستیاب ہوتی ہیں، ان کا جوس، حلوہ اور سالم گاجر کھانا بچوں کیلئے مفید ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ خشک میوہ، سوپ اور یخنی کا استعمال بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں میں بھی رکھنا چاہیے۔ اس موسم میں چکناہٹ والی غذاؤں کا استعمال کرنا چاہیے۔ مصنوعی مشروبات سے گریز کریں۔ جو کچھ بھی کھائیں اسے اور اپنے ہاتھوں کی صفائی کا خیال ضروری ہے۔ صرف کھانا ضروری نہیں بلکہ مناسب اور صحیح غذا ضروری ہے۔ ماں کے ساتھ ساتھ باپ کو بھی چھوٹے بچوں کو کھانا کھلانا چاہیے۔ اس سے بچوں کو تھوڑی تبدیلی کا احساس ہوتا ہے۔

ہفتۂ رفتہ — **راشد العزیزی ندوی**

صحافت کا مقصد حق کی طرف داری ہونی چاہئے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

بزم صدف انٹرنیشنل نے اردو صحافت کے اہم موڑ کے عنوان سے ۱۲/۱۳/ نومبر ۲۰۲۱ء کو ایک سمینار کا انعقاد کیا، بزم صدف کے ذمہ دار پروفیسر صفدر امام قادری نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ اردو میڈیا فورم کی ترغیب پر اس سمینار کا انعقاد کیا گیا ہے، سمینار کی تین نشستیں ہوئیں، افتتاحی نشست سے خطاب کرتے ہوئے امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صدر اردو میڈیا فورم اور کاروان ادب، نائب صدر اردو کارواں نے فرمایا کہ صحافت پر دو سو سالوں میں تین اہم موڑ آئے، پہلا موڑ وہ تھا، جب اخبار والوں کا نعرہ تھا کہ ہم غیر جانب دار نہیں، حق کے طرف دار ہیں، دوسرا موڑ وہ تھا جب صحافت نے ہم غیر جانبدار ہیں کا نعرہ لگایا اور جیسا ہمارے پاس آیا، لوگوں تک پہونچا دیا کو نشان راہ طے کیا اور اب تیسرا موڑ ہے، جب نہ حق کی طرف داری ہے اور نہ غیر جانب داری، خبروں کی ترسیل کا مدار قوت خرید پر ہے، آپ کے پاس قوت خرید ہے اور نامہ نگاروں کو ہزار پانچ سو پکڑا سکتے ہیں، تو لڑکے کے چھیکا روکا اور منگنی کی خبریں بھی شائع ہو سکتی ہیں، قوت خرید افراد سے زیادہ حکومت کے پاس ہے، اس لئے اب پرنٹ میڈیا ہو یا الکٹرونک میڈیا، سب کا مقصد حصول زر ہے، حکومت نے اس نقطۂ نظر کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اور جمہوریت کا چوتھا ستون گودی میڈیا کی حیثیت سے جانا جانے لگا ہے، حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ صحافت کو غیر جانبداری نہیں حق کا طرفدار ہونا چاہئے، اس دو روزہ پروگرام کی مختلف نشستوں کی صدارت بہار اردو اکیڈمی کے سکریٹری عظیم اللہ انصاری، ڈاکٹر جمشید قمر رانچی، پروفیسر نجمہ رحمانی (دہلی) ڈاکٹر ریحان غنی، سہیل وحید، ڈاکٹر محمد گوہر شاہد اختر نے کی، امتیاز احمد احمد کریمی، وصی الحق وصی (قطر) اور سہیل انجم نے سمینار سے خطاب کیا، مقالات کی نشست میں اٹھارہ مقالے پیش کئے گیے، نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کا مقالہ امارت ترجمان امارت اور نقیب کے مدیر، مولانا محمد عثمان غنی پر تھا، جسے لوگوں نے کافی پسند کیا۔

ملک کی دوسو سرکردہ شخصیات نے چیف جسٹس آف انڈیا کو لکھا خط

ملک بھر کے 200 سے زیادہ نامور لوگوں نے چیف جسٹس آف انڈیا (سی جے آئی) این وی رمن کو ایک خط لکھا ہے جس میں ان سے ملک کے کچھ اہم مسائل پر سماعت کرنے کے لیے کہا ہے۔ ان لوگوں میں ریٹائرڈ افسران، پروفیسر، صحافی، سماجی کارکن، وکلاء شامل ہیں۔ خط میں سی جے آئی کا توجہ ان اہم مسائل کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ معاملات زیر التوا ہیں۔ ان میں بغاوت کا قانون، زرعی قوانین، انتخابی بانڈز اور سی اے اے جیسے مسائل شامل ہیں۔ خط میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کے آئینی بنچ کے سامنے 421 مقدمات زیر التوا ہیں۔ سی جے آئی سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ ان معاملات کی جلد از جلد سماعت کریں۔ خط میں شامل مسائل میں جموں وکشمیر سے دفعہ 370 کی منسوخی، یو اے پی اے کا مسلسل غلط استعمال، پیگاسس جاسوسی کیس، آدھار سے متعلق مسائل اور رافیل لڑاکا طیارہ سودے شامل ہیں۔ زرعی قوانین کی بات کریں تو اس معاملے میں ماہرین کی کمیٹی کی رپورٹ مارچ 2021 میں سپریم کورٹ میں جمع کرائی جا چکی ہے لیکن مزید سماعت نہیں ہوئی۔ تاہم، کسانوں کو سڑکوں سے ہٹانے کی درخواست کی سپریم کورٹ نے کئی بار سماعت کی ہے اور اس پر سخت ریمارکس بھی دیے ہیں۔ خط میں کہا گیا ہے کہ یہ مسائل نہ صرف عام لوگوں کے بنیادی حقوق کو متاثر کرتے ہیں بلکہ قومی اہمیت کے بھی حامل ہیں۔ خط لکھنے والوں نے کہا کہ حال ہی میں سپریم کورٹ میں نو ججوں کی تقرری کے بعد اس عدالت عظمیٰ کی صلاحیت میں اضافہ ہوا ہے اور عام لوگوں کو امید ہے کہ طویل عرصے سے زیر التوا مقدمات کا جلد فیصلہ ہو جائے گا۔ کہا گیا ہے کہ ان معاملات کے حل کے بعد سپریم کورٹ اور عدالتی نظام پر لوگوں کا اعتماد بحال ہوگا۔ خط لکھنے والے ممتاز لوگوں میں ریٹائرڈ ایڈمرل لکشمی نارائن رامداس، سماجی کارکن میدھا پاٹکر، ریٹائرڈ آئی پی ایس جولیو ریبیرو، راج موہن گاندھی، شروتی لوکرے، صدر آل انڈیا مجلس مشاورت نوید حامد، اسرتی شرما، نیلبھ دوبے، رادھا گوپالن، عمر احمد سمیت کئی دوسرے شامل ہیں۔

مرکز کی طرف سے 3114 نئے پوسٹ آفس کھولنے کی ملی منظوری

مرکز نے محکمہ ڈاک کی 3114 نئے برانچ کھولنے کی اجازت دے دی ہے، جو مستقبل میں ملک کے مختلف حصوں میں کھولے جائیں گے۔ پون کمار سنگھ، ڈی ڈی جی ہندوستانی محکمہ ڈاک نے کہا کہ اس وقت محکمہ کے پاس 1,56,721 ڈاک خانوں کے ذریعہ ملک کے ہر فرد تک براہ راست رسائی حاصل کرنے کی صلاحیت ہے۔ ان ڈاک خانوں کے ذریعہ محکمہ ڈاک ملک کی 50 کروڑ سے زیادہ آبادی کو سروس فراہم کر رہا ہے۔ لیکن بڑھتی ہوئی آبادی اور دیگر ضروریات کے پیش نظر نیٹ ورک مزید مضبوط کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ مرکز سے 3114 نئے پوسٹ آفس کھولنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اسے جلد ہی بنا لیا جائے گا۔ محکمہ ڈاک اپنی مختلف اسکیموں کے ذریعے ملک کے کمزور ترین طبقے کو انشورنس کی سہولت بھی فراہم کر رہا ہے اور یہ ملک کی دس کامیاب ترین انشورنس کمپنیوں میں سے ایک ہے۔ اب اس کردار کو پرائیویٹ کمپنیوں کے ساتھ معاہدوں کے ذریعے انشورنس خدمات فراہم کر کے مضبوط کیا جا رہا ہے۔ محکمہ ڈاک نے بھی انڈیا پوسٹ پیمنٹس بینک کے ذریعے نجی شعبے کی کمپنی بجاج الیانز لائف انشورنس کے ساتھ معاہدہ کر کے لوگوں کو انشورنس خدمات فراہم کرنا شروع کر دی ہیں۔

Volume:61/71,Issue:46 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

یہ اہتمام چراغاں بجا سہی لیکن
سحر تو ہو نہیں سکتی دیے جلانے سے (بشر نواز)

چین میں اسلامی شعائر نشانے پر

پروفیسر مشتاق احمد

عالمی نقشے پر اسلامی ممالک کی تعداد دیکھ کر عام مسلمانوں کے چہروں پر مسرت کی کرن دوڑ جاتی ہے کہ دنیا کا اتنے بڑے حصے پر اسلامی پرچم لہرا رہا ہے۔ لیکن جب عالمی مسائل پر نگاہ ڈالتے ہیں تو کھلا ہوا چہرہ فوراً مرجھا جاتا ہے کہ بیشتر مسلم ممالک اندرونی خلفشار کا شکار ہیں، اگر گذشتہ چار دہائیوں کے بدلتے عالمی سیاسی منظر نامے کا سرسری جائزہ لیجئے تو یہ عقدہ اجاگر ہو جاتا ہے کہ اب تک مسلم ممالک کے کروڑوں معصوم شہری جاں بحق ہو چکے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، ہجرت کرنے والوں کی تعداد بھی مرنے والوں سے زیادہ ہے اور مہاجرین دنیا کے دیگر ممالک میں اذیت ناک زندگی جی رہے ہیں، ایران اور عراق کی تباہی سے ہم سب واقف ہیں اور افغانستان میں جو کچھ ہو چکا اور جو ہو رہا ہے وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ خطۂ عرب میں بھی افراتفری کا عالم اور یوروپی مسلم ممالک کی صورتحال بھی ناگفتہ بہ ہے، گذشتہ دن ہی سوڈان میں تختہ پلٹ ہوا ہے اور دیگر کئی ممالک میں معصوم شہریوں پر بم برسائے جا رہے ہیں۔ سیریا کی جو حالت ہے وہ تو خون کے آنسو لانے والی ہے، غرض کہ جس طرف دیکھئے تاحدِ نظر دھواں دھواں سا منظر ہے، زمین میں اسلام کے نام پر جس طرح خونریزی ہو رہی ہے اس سے نہ صرف اسلام کا چہرہ مسخ ہو رہا ہے، بلکہ دنیا کے ویسے ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ان کا جینا بھی دشوار ہو گیا ہے کہ عالمی ذرائع ابلاغ نے اسلامی دہشت گرد کا کچھ اس طرح پروپیگنڈہ کیا ہے کہ فرقہ پرستوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا ہے کہ دنیا کے مسلم ممالک میں کس طرح کی خونریزی ہو رہی ہے اور ایک ملک دوسرے ملک کے مسلم شہریوں کو نشانہ بنا رہے ہیں تو پوری مسلم دنیا تماشائی بنی ہوئی ہے اور غیر مسلم ممالک میں جب مسلمانوں کے خلاف کسی طرح کی واردات ہوتی ہے تو ہائے توبہ مچایا جاتا ہے، اگرچہ اس طرح کی لایعنی باتیں فرقہ پرست ذہنیت کے لوگ کرتے ہیں، مگر اس حقیقت سے انکار تو نہیں کیا جا سکتا کہ مسلم ممالک کے اندر جس طرح انسانی جانیں تلف ہو رہی ہیں اس کی اجازت مذہب اسلام نہیں دیتا۔

بہرکیف! اس وقت چینی مسلمانوں کے مسائل کے تعلق سے گفتگو مقصود ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کے خلاف روزانہ نیا نیا فرمان جاری ہوتا ہے جس سے چینی مسلمانوں کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔ حال ہی میں چین کے صدر سی جین پنگ نے ایک صدارتی حکم نامہ جاری کیا ہے کہ تمام شہروں میں مسجدوں کے میناروں اور گنبدوں کو منہدم کر دیا جائے۔

ان کا موقف ہے کہ مینار یں اور گنبد چینی تہذیب کے خلاف ہے اور فن چینی تعمیرات کو نقصان پہنچا رہے ہیں، انہوں نے اعلانیہ کہا ہے کہ جن کو چین میں رہنا ہے انہیں اس ملک کی تہذیب و تمدن اور ثقافت کو اپنانا ہوگا، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ملک کی اپنی تہذیبی و ثقافتی شناخت ہوتی ہے اور اس کے فروغ کے لئے حکومتیں کام کرتی ہیں اور وہاں کے شہری بھی اس کے فروغ میں شامل رہتے ہیں، جہاں تک چینی مسلمانوں کا سوال ہے تو وہ نہ صرف لباس اور شکل و شباہت سے عام چینی جیسے ہوتے ہیں بلکہ ان کی زبان بھی چینی یا پھر علاقائی ہوتی ہے، وہ دیگر غیر عرب ممالک کے مسلمانوں کی طرح قرآن عربی میں ضرور پڑھتے لیکن ان کے دیگر مذہبی لٹریچر چینی زبان میں ہی ہیں، تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ چین میں تقریباً تیرہ سو برسوں سے مسلمان آباد ہیں اور وہاں اپنی مذہبی شناخت کے ساتھ چینی تہذیب و ثقافت کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ چین کے بیشتر شہروں میں بغیر گنبد کی مسجدیں موجود ہیں جو چینی تعمیرات کا اعلیٰ نمونہ ہیں، شنگھائی اور اروملچی جیسے شہروں میں مسجدیں بھی ظاہری طور پر بودھ مٹھ جیسی نظر آتی ہیں، ظاہر ہے کہ چین میں جو مسلمان ہیں وہ ازبیک، تازک اور ترک ہیں جو وسط ایشیا سے ہجرت کر کے وہاں جا بسے ہیں۔ شروع میں تاجر کی صورت میں چین پہنچے اور بعد میں وہ وہیں کے ہو کر رہ گئے، اس وقت چین میں تقریباً دو کروڑ سے زیادہ مسلمان رہتے ہیں اور وہ صدیوں سے چینی تہذیب و ثقافت کے علمبردار بنے ہوئے ہیں، باوجود اس کے کہ وہاں کے مسلمانوں کے خلاف روزانہ نیا نیا فرمان جاری کیا جاتا ہے اور وہاں کے مسلمانوں کو اپنی مذہبی شناخت چھپانے پر مجبور کیا جا رہا ہے، بالخصوص چین کے خطہ سین چیانگ جہاں اُریگر مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے ان کو گذشتہ دو دہائی سے بڑی مشکلوں کا سامنا ہے، لاکھوں مسلمانوں کو قیدیوں کی زندگی گذارنے پر مجبور کر دیا گیا ہے اور انہیں طرح طرح کی صعوبتیں دی جا رہی ہیں کہ وہ اسلام سے منحرف ہو جائیں، وہاں حلال گوشت پر پابندی ہے اور عبادت کی بھی اجازت نہیں۔ جس علاقے میں اکثریت مسلم آبادی تھی وہاں غیر مسلم چینی شہری ہون کو بسایا جا رہا ہے اور وہ مسلمانوں کے خلاف زہر فشانی کرتے ہیں، نتیجہ ہے کہ اس علاقے میں مسلمانوں کا جینا دشوار ہو گیا ہے۔

بالخصوص نئی نسل چینی حکومت کے جور و ستم کی شکار ہو رہی ہے اور وہ اپنی اسلامی شناخت چھپانے پر مجبور ہے، بین الاقوامی سطح پر بھی بارہا یہ مسئلہ اٹھایا گیا ہے کہ چین میں مسلمانوں کے خلاف زیادتیاں ہو رہی ہیں اور حقوق انسانی کی پامالی ہو رہی ہے، باوجود اس کے چین میں مسلمانوں پر ظلم ڈھانے کا سلسلہ جاری ہے، ایک رپورٹ کے مطابق گذشتہ پانچ چھ برسوں میں پندرہ سو سے زیادہ مسجدیں مسمار کر دی گئی ہیں اور اب جو مسجدیں بچی ہوئی ہیں اس کے گنبد و مینار کو ڈھانے کو حکم دیا گیا ہے، امریکہ کی ایک رضا کار تنظیم نے گذشتہ سال یہ دعویٰ کیا تھا کہ چین میں پندر لاکھ سے زیادہ اُریگر مسلمانوں کو قید کر کے رکھا گیا ہے اور ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جا رہا ہے، مگر افسوس صد افسوس کہ کسی بھی مسلم ممالک کی طرف سے ان چینی مسلمانوں کے مسائل پر اظہار افسوس تک نہیں کیا جا رہا ہے، البتہ ترکی کے صدر طیب اردوغان نے چینی مسلمانوں کے مسائل پر اظہار افسوس کیا ہے اور عالمی برادری کو تحفظ حقوق انسانی کی پاسداری کی یاد دلائی ہے، مگر اس وقت چوں کہ چین دنیا کی ایک بڑی طاقت بن گئی ہے اس لئے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لا رہے ہیں، جب کہ سچائی یہ ہے کہ اگر تمام مسلم ممالک صرف چینی اشیاء سے پرہیز کر لیں تو دیکھتے ہی دیکھتے چین کی اقتصادی کمر ٹوٹ جائے گی اور اگر تمام مسلم ممالک صف بند ہو کر چینی مسلمانوں پر ہو رہے غیر انسانی سلوک کے خلاف آواز بلند کریں تو پل بھر میں چین کا سیاسی منظر نامہ بدل جائے گا اور وہاں کے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں شاید اس میں کمی واقع ہو، اب دیکھنا یہ ہے کہ چینی صدر کے حالیہ نئے فرمان کے بعد عالم اسلام کا رویہ کیا ہوتا ہے اور وہ چین کے خلاف کس طرح کا موقف اختیار کرتے ہیں، کیوں کہ چین جس طرح بے لگام ہوتا جا رہا ہے اس سے نہ صرف اُریگر چینی مسلمانوں کی زندگی دشوار ہو گئی ہے بلکہ چین کے دوسرے حصوں میں رہنے والے مسلمانوں کے خلاف بھی زیادتیاں بڑھتی جا رہی ہیں، یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے جس پر نہ صرف عالم اسلام کو سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے بلکہ دنیا کے ان ممالک کو بھی چین کے اس رویے کے خلاف آواز بلند کرنی چاہئے جو محافظ حقوق انسانی کا دم بھرتے ہیں۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں

ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان ہے جو تقریباً سو سالوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ملک و بیرون ملک میں قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، اس کی عمدہ طباعت، معیاری مضامین اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، ادارہ قارئین نقیب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے

مدارس، اسکول، کالج، ہاسپیٹل، میڈیکل اور دکان وغیرہ کے لئے رعایتی قیمت پر غیر تصویری اشتہارات

دے کر اپنے ادارہ اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، نیز ادارہ نقیب کے اعزازی ممبران سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ نقیب کی اشاعت میں مالی مدد کریں۔ ضروری معلومات کے لیے رابطہ کریں:

9576507798,8405997542 Email:.naqueeb.imarat@gmail.com

WEEK ENDING-22/11/2021, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail :naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner